اَلقَولُ المنصُورفِي اِبنِ المنصُوْر-سیرتِ منصور حلّاج رحمہ اللہ پر زبیر علی زئی صاحب کی طرف سے کیئے جانے والے اعتراضات کے مدلل جوابات

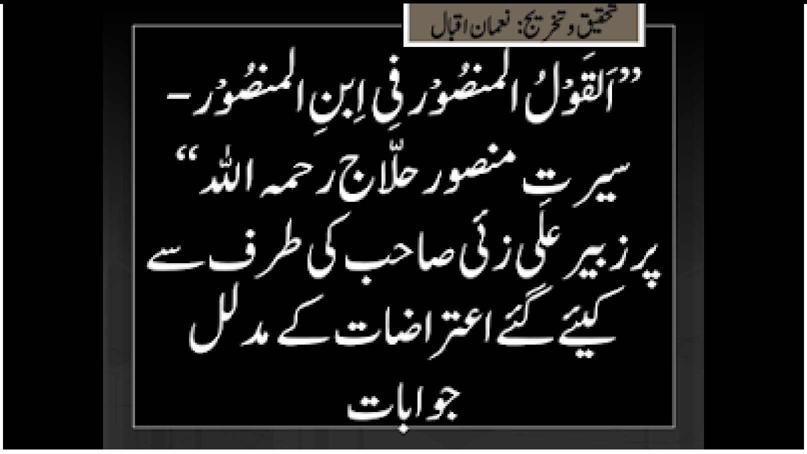

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”اَلقَولُ المنصُورفِي اِبنِ المنصُوْر-سیرتِ منصور حلّاج رحمہ اللہ“ پر زبیر علی زئی صاحب کی طرف سے کیئے جانے والے اعتراضات

موجودہ دور کے ایک غیر مقلد عالم جناب زبیر علی زئی صاحب جنہوں نے تقریباً اپنی ہر تصنیف میں عام اور لا علم عوام کے سامنے جھوٹے وبے بنیاد دعووں، نہایت قلیل اور کھوکھلے دلائل پیش کرکے عام لوگوں کو بے وقوف بنانے کی جان توڑ کوشش کی ہے، بالکل ویسی ہی کوشش موصوف نے اپنے ایک رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۲۱ کے صفحہ نمبر ۷ تا ۱۰ میں حسین بن منصور حلّاجؒ بارے میں لکھے گئے سوال کے جواب میں صرف چار محدثین کی جرحیں نقل کرتے ہوئے اور چند باطل اور کھوکھلے دعووں کے ساتھ کی ہے۔

زبیر علی زئی صاحب اپنے رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۲۱ کے صفحہ نمبر ۷ پر لکھتے ہیں: "حسین بن منصور الحلاج، جسے جاہل لوگ منصور الحلاج کے نام سے یاد کرتے ہیں، کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی چیز روایت نہیں کی۔ اُس کی ابتدائی حالت (بظاہر) اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف (کا اظہار کرتا تھا) پھر وہ دین (اسلام) سے نکل گیا، جادو سیکھا اور (استدراج کرتے ہوئے) خرق عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں، علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون (بہانا) جائز ہے لہٰذا اسے ۳۱۱ھ میں قتل کیا گیا۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۵۴۸)

۲۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ: لوگوں کا اس (حسین بن منصور الحلاج) کے بارے میں اختلاف ہے، اکثریت کے نزدیک وہ زندیق گمراہ (تھا) ہے۔ (لسان المیزان: ج ۲، ص ۳۱۴، والنسخۃ المحققۃ ۲/۵۸۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھوگے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۲، ص ۳۱۵)

۳۔ جلیل القدر امام ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ)ؒ فرماتے ہیں کہ: جب حسین (بن منصور) حلاج کو قتل کے لئے (جیل سے) نکالا گیا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی (دیکھنے کے لئے) گیا، میں نے لوگوں کے رش کے باوجود اُسے دیکھ لیا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "تم اس سے نہ ڈرنا، میں تیس (۳۰) دنوں بعد تمہارے پاس دوبارہ (زندہ ہو کر) آجاؤں گا" پھر وہ قتل کر دیا گیا۔
(تاریخ بغداد: ج ۸، ص ۱۳۱ ت ۴۲۳۲ وسندہ صحیح، المنتظم لابن الجوزی ۲۰۶/۱۳ و قال: "وھذا الاِسناد صحیح لاشک فیہ" لسان المیزان ۳۱۵/۲ و قال: "واِسنادھا صحیح")

۴۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: جمہور مشائخِ تصوف اور اہلِ علم (علمائے حق) کے نزدیک حلاج نیک لوگوں میں سے نہیں تھا بلکہ زندیق (بہت بڑا ملحد و گمراہ) تھا۔ (مجموع فتاویٰ: ج ۸، ص ۳۱۸)
اللہ رب العالمین کا شکر ہے، حلاج کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ (مجموع فتاوی: ۱۰۸/۳۵)
شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ: اور اسی طرح جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دینِ اسلام سے خارج ہے۔ (مجموع فتاویٰ: ج ۲، ص ۴۸۶)

۵۔ حافظ ابن الجوزیؒ نے اس (حسین بن منصور) کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے "القاطع المحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج"۔ (المنتظم: ۲۰۴/۱۳)

ابن جوزی فرماتے ہیں: بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا۔ (ایضاً: ۲۰۶/۱۳)"

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال و جواب / تخریج الاحادیث

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔
میں اس خط کے ذریعے سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ منصور حلاج کون تھا۔ کس صدی میں گزرا ہے، اور کس جرم کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا تھا۔ محدثین اور علماء محققین منصور حلاج کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ دلائل سے ثابت کریں۔ (والسلام فقط انعام الرحمٰن تحصیل و ضلع صوابی گاؤں وڈاکخانہ زروبی محلہ یوزر خیل)

الجواب: **حسین بن منصور الحلاج کا تعارف**

حسین بن منصور الحلاج، جسے جاہل لوگ منصور الحلاج کے نام سے یاد کرتے ہیں، کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
"المقتول علی الزندقة، ماروی وللّٰه الحمد شیئاً من العلم، وکانت له بدایة جیّدة وتألّه وتصوّف، ثم انسلخ من الدین، وتعلم السحر وأراهم المخاریق، أباح العلماء دمه فقتل سنة احدی عشرة و ثلاثمائة"
اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی چیز روایت نہیں کی۔ اُس کی ابتدائی حالت (بظاہر) اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف (کا اظہار کرتا تھا) پھر وہ دین (اسلام) سے نکل گیا، جادو سیکھا اور (استدراج کرتے ہوئے) خرق عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں، علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون (بہانا) جائز ہے لہذا اُسے ۳۱۱ھ میں قتل کیا گیا۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۴۸)

۲۔ حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ:
"والناس مختلفون فیه، وأکثرهم علی أنه زندیق ضال" لوگوں کا اس (حسین بن منصور الحلاج) کے بارے میں اختلاف ہے، اکثریت کے نزدیک وہ زندیق گمراہ (تھا) ہے (لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۴ والمنتظم ۵۸۲/۲)
دورِ متاخرین میں اسماء الرجال کے ان دو جلیل القدر اماموں اور اسماء الرجال کی دو مشہور ترین کتابوں سے جمہور

ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو — 8 — شمارہ: 21

علماء کے نزدیک حلاج مذکور کا زندیق وگمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ جلیل القدر امام ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''لما أخرج حسین الحلاج لیقتل مضیت في جملة الناس، ولم أزل أزاحم حتی رأیته، فقال لأصحابه: لا یھولنم ھذا، فإني عائد إلیکم بعد ثلاثین یوماً، ثم قتل''

جب حسین (بن منصور) حلاج کو قتل کے لئے (جیل سے) نکالا گیا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی (دیکھنے کے لئے) گیا، میں نے لوگوں کے رش کے باوجود اُسے دیکھ لیا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: ''تم اس سے نہ ڈرنا، میں تیس (۳۰) دنوں کے بعد تمہارے پاس دوبارہ (زندہ ہوکر) آجاؤں گا'' پھر وہ قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۳۱ ت ۴۲۳۲ وسندہ صحیح، المنتظم لابن الجوزی ۲۰۶/۱۳ وقال: ''وھذا الإسناد صحیح لاشک فیه''

لسان المیزان ۳۱۵/۲ وقال: ''وإسنادھا صحیح'')

اس صحیح سند سے معلوم ہوا کہ حسین بن منصور حلاج جھوٹا شخص تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''وعند جماھیر المشائخ الصوفیة وأھل العلم أن الحلاج لم یکن من المشائخ الصالحین، بل کان زندیقاً''

جمہور مشائخ تصوف اور اہل علم (علمائے حق) کے نزدیک حلاج نیک لوگوں میں سے نہیں تھا بلکہ زندیق (بہت بڑا ملحد وگمراہ) تھا (مجموع فتاویٰ ج ۸ ص ۳۱۸)

''الحمد للّٰہ رب العالمین، الحلاج قتل علی الزندقة''

اللہ رب العالمین کا شکر ہے، حلاج کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا [مجموع فتاویٰ ۱۰۸/۳۵]

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ: ''وکذلک من لم یجوز قتل مثله فھو مارق من دین الاسلام''

اور اسی طرح جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دین اسلام سے خارج ہے [مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۴۸۶]

۴۔ حافظ ابن الجوزی نے اس (حسین بن منصور) کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے ''القاطع المحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج'' (المنتظم ۲۰۲/۱۳)

ابن جوزی فرماتے ہیں: ''أنه کان مُمَخرِقاً'' بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا۔ (ایضاً ۲۰۶/۱۳)

ان شدید جرحوں کے مقابلے میں حلاج مذکور کی تعریف وتوثیق ثابت نہیں ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی صاحب نے اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی زیر نگرانی ایک کتاب لکھی ہے ''القول المنصور فی ابن منصور، سیرت منصور حلاج'' یہ کتاب مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ سے شائع شدہ ہے۔ اس کتاب میں تھانوی صاحب نے موضوع، بے اصل اور مردود روایات جمع کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ (دیوبندیوں کے نزدیک) حسین بن منصور حلاج اچھا آدمی تھا (!)

8

زبیر علی زئی صاحب اپنی تحریر کے آغاز میں ہی نہایت نامناسب اور غیر جانبدارانہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حسین بن منصور الحلاج، جسے جاہل لوگ منصور الحلاج کے نام سے یاد کرتے ہیں''۔ لگتا ہے زبیر علی زئی صاحب ''جاہل لوگ'' کے الفاظ استعمال کرنے سے پہلے شاید یہ بھول گئے کہ خطیب بغدادیؒ، امام محمد بن جریر الطبریؒ، امام ابن اثیرؒ، ابن الملقنؒ، امام قشیریؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ اور دیگر بڑے بڑے ائمہ محدثین ومورخین نے اپنی کتابوں میں حسین بن منصور حلّاجؒ کو منصور الحلاج کے نام سے ہی مخاطب کیا ہے، لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کے ان نازیبا الفاظ کی زد میں یہ تمام ائمہ دین ومحدثین اور مورخین بھی آجاتے ہیں جس سے زبیر علی زئی صاحب کی جہالت اور ان بزرگان دین کی شان میں گستاخی کرنے کی واضح دلیل ملتی ہے۔ ایسے نازیبا الفاظ موصوف ماضی میں امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے خلاف بھی استعمال کرچکے ہیں جس سے ان کا علمی نسب اور متعصب ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بہر حال ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے کیئے گئے باطل اعتراضات اور کھوکھلے دعووں کے تسلی بخش جوابات دیکر قارئین کو مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

حسین بن منصور حلاّجؒ کی تائید کرنے والے اور انہیں ولی اللہ قرار دینے والے آئمہ محدثین وبزرگان دین

حسین بن منصورؒ کے حق میں ان ہی کے دور کے جلیل القدر محدثین وبزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ کی گواہی۔

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ٦٨٩ پر لکھتے ہیں: ”متقدمین میں سے ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ اور محمد بن خفیف شیرازیؒ اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ نے ان کو قبول کیا، ان کے حال کو صحیح مانا، اور ان کو محققین میں سے قرار دیا۔ محمد بن خفیفؒ کا تو یہ قول ہے کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہیں“۔(تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص٦٨٩)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

بواسط ،وقيل: بتُسْتَر، وقدمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحَلاّج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدَّه فيهم، وقبله من مُتقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغدادي، ومحمد بن خَفيف الشّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربّاني[1].

ومن نفاه عن الصُّوفية نَسَبَه إلى الشَّعْبذة في فعله، وإلى الزَّنْدقة في عقده، وله إلى الآن أصحابٌ يُنسَبون إليه، ويَغْلون فيه.

وكان للحَلاّج حُسْنُ عِبارة، وحَلاوة مَنطق، وشعرٌ على طريقة التَّصوُّف، وأنا أسوق أخباره على تَفاوُت اختلاف القَول فيه.

حدثني أبو سعيد مسعود بن ناصر بن أبي زيد السِّجستاني، قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن عُبيدالله بن باكو[2] الشّيرازي بنَيسابور، قال: أخبرني حَمْد[3] بن الحُسين بن منصور بتُسْتَر، قال: مَولدُ والدي الحُسين بن منصُور بالبَيضاء في مَوضع يقال له: الطُّور، ونشأ بتُسْتَر، وتَلْمذَ لسَهْل بن عبدالله التُّستري سَنَتَين، ثم صَعد إلى بغداد. وكان بالأوقات يَلْبس المُسوح، وبالأوقات يمشي بخِرْقَتين مُصَبَّغ، ويلبس بالأوقات الدُّرّاعة والعِمامة، ويمشي بالقَباء أيضًا على زي الجُند، وأول ما سافر من تُستر إلى البَصْرة كان له ثمان عشرة سنة، ثم خرجَ بخِرْقتين إلى عَمرو بن عُثمان المكي، وإلى الجُنيد بن محمد، وأقامَ مع عَمرو المكي ثمانية عشر شهرًا، ثم تَزَوَّج بوالدتي أم الحُسين بنت أبي يعقوب الأقطع، وتَغَيَّر عَمرو بن عُثمان من تزويجه، وجَرى بين عَمرو وبين أبي يعقوب وَحْشةٌ عظيمةٌ بذلك السَّبب. ثم اختلف والدي إلى الجُنيد بن محمد وعَرَض عليه ما فيه من الأذية لأجل ما يجري بين أبي يعقوب وبين

(١) هذا كله كلام السلمي في طبقات الصوفية ٣٠٧-٣٠٨.
(٢) هكذا رسمه في النسخ، وهو باكويه.
(٣) في م: «أحمد»، محرف.

٦٨٩

١۔ ابن منصورؒ کی تائید کرنے والے سب سے پہلے بزرگ ابو العباس بن عطاءؒ (متوفی ۳۰۹ھ) ہیں

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ”پرہیز گار عبادت گزار ابو العباس احمد بن محمد بن سھل بن عطاء الأدمی البغدادی۔ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: وہ حلاّج کے مذہب کے حامی تھے اور اسے صحیح قرار دیتے تھے۔ سُلمی فرماتے ہیں: وہ حلاّج کی حمایت کے سبب آزمائش میں مبتلا ہوگئے تھے“۔(بیان تلبیس الجھمیۃ: ج۲، ص۱۱۰)

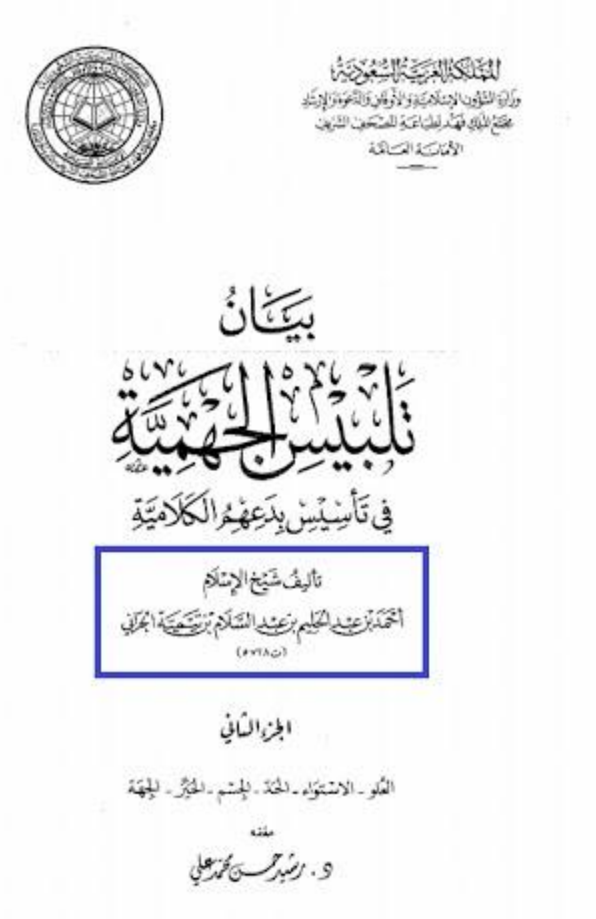
المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة

بيان تلبيس الجهمية
في تأسيس بدعهم الكلامية

تأليف شيخ الإسلام
أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحراني
(ت ٧٢٨هـ)

الجزء الثاني

العلو - الاستواء - الحد - الجسم - الحيز - الجهة

حققه
د. رشيد حسن محمد علي

التستري(١) وعمرو بن عثمان المكي(٢) وأبي العباس بن عطاء(٣)، بل مثل أبي طالب المكي(٤) وأبي عبد الرحمن

(١) أبو محمد سهل بن عبد الله بن يونس بن عيسى بن عبد الله التستري: بضم المثناة الأولى وفتح الثانية نسبة إلى تستر بلدة من كُور الأهواز، صوفي مشارك في أنواع من العلوم، ولد بتستر سنة ٢٠٣هـ وتوفي بالبصرة سنة ٢٨٣هـ من آثاره: دقائق المحبين، مواعظ العارفين، تفسير القرآن العظيم، قصص الأنبياء.
انظر: [وفيات الأعيان ٢/ ٤٢٩ ـ ٤٣٠، الوافي بالوفيات ١٦/ ١٦ ـ ١٧ معجم المؤلفين ٤/ ٢٨٤].

(٢) عمرو بن عثمان بن كرب بن غُصص المكي «أبو عبد الله» الزاهد، من شيوخ الصوفية، عالم بالأصول والفقه، تتلمذ على الحلاج، وحدث وسكن بغداد، قال الذهبي: وكان ينكر على الحلاج ويذمه، مات ببغداد سنة ٢٩١ هـ وقيل غير ذلك.
انظر: [تاريخ بغداد ١٢/ ٢٢٣ ـ ٢٢٥، سير أعلام النبلاء ١٤/ ٥٧ ـ ٥٨ شذرات الذهب ٢/ ٢٢٥ ـ ٢٢٦، معجم المؤلفين ٨/ ١٠ ـ ١١].

(٣) الزاهد العابد أبو العباس أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الآدمي البغدادي حدث عن يوسف بن موسى القطان، وعنه محمد بن علي بن حبيش، وقال: كان له في كل يوم ختمة. قال الذهبي: راج عليه مذهب الحلاج، وصححه، وقال السلمي: امتحن بسبب الحلاج. وقيل إن ابن عطاء فقد عقله ثمانية عشر عامًا ثم ثاب إليه عقله مات في ذي القعدة سنة ٣٠٩هـ.
بتصرف من [سير أعلام النبلاء ١٤/ ٢٥٥ ـ ٢٥٦]، وانظر [الحلية ١٠/ ٣٠٢ / ٣٠٥، تاريخ بغداد ٥/ ٢٦ ـ ٣٠، طبقات الأولياء ٥٩ ـ ٦١، شذرات الذهب ٢/ ٢٥٧ ـ ٢٥٨].

(٤) هو أبو طالب محمد بن علي بن عطية الحارثي المكي، صوفي متكلم واعظ، قال ابن خلكان: ولم يكن من أهل مكة وإنما كان من أهل الجبل وسكن بمكة فنسب إليها، دخل البصرة، وقدم بغداد، قال الذهبي: كان مجتهدًا في العبادة، وقال الخطيب: صنف كتابًا سماه قوت القلوب على لسان الصوفية ذكر فيه أشياء منكرة مستشنعة في الصفات، توفي ببغداد في جمادى الآخرة سنة ٣٨٦هـ من =

١١٠

امام ذہبیؒ ابن عطاءؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: "پرہیز گار عبادت گزار ابو العباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء الآدمی البغدادی۔ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان المبارک میں ہر دن تین بار ختم کرتے تھے، اور فہم معانی قرآن کے لئے جو ایک تلاوت شروع کی تھی اس میں چودہ برس کے اندر نصف قرآن تک بھی نہ پہنچے۔ حلّاج کا حال ان پر حاوی تھا اور اسے صحیح قرار دیتے تھے۔ سُلمی فرماتے ہیں: وہ حلّاج کی حمایت کے سبب آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وزیر حامد نے انہیں طلب کیا اور کہا کہ آپ حلّاج کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ابن عطاءؒ نے فرمایا! تم کو اس معاملہ سے کیا واسطہ؟ تم لوگوں کا مال لوٹتے رہو اور خون بہاتے رہو۔ وزیر حامد کے حکم سے ابن عطاءؒ کے دانت توڑ دیئے گئے۔ ابن عطاءؒ نے چلاتے ہوئے وزیر حامد العباس کو بد دعا دی کہ اے اللہ! اس کے ہاتھ پیر کٹوا دے۔ اس واقعہ کے ۱۴ دن بعد ابن عطاءؒ کی وفات ہو گئی اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وزیر حامد بن العباس بھی قتل کیا گیا۔ قتل سے پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے گئے۔ اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ابو العباس بن عطاءؒ کی بد دعا لگ گئی"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص ۲۵۵)

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الرابع عشر

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه

شعيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء

اكرم البوشي

مؤسسة الرسالة

١٦٠ - ابنُ عَطَاء *

الزَّاهدُ العابدُ المتألِّه ، أبو العبَّاس ، أحمدُ بنُ محمد بن سَهل بن عطاء الأدميُّ البغداديّ .

حدَّث عن : يوسفَ بنِ موسى القطّان .

وعنه : محمدُ بنُ عليِّ بنِ حُبيش ، وقال : كانَ له في كلِّ يومٍ خَتمة ، وفي رمضان تسعون(١) خَتمة ، وبقيَ في خَتمة مُفردةٍ بضعَ عشرةَ سنة يتفهَّمُ ويتدبَّر .

وقال حسينُ بنُ خاقان : كانَ ينامُ في اليوم والليلة ساعتَيْن ، ماتَ في سنةِ تسعٍ وثلاثِ مئة ، في ذي القَعْدة .

قلتُ : لكنّه راجَ عليه حالُ الحلاّج ، وصحَّحه ، فقال السُّلَمي : امتُحِنَ بسبب الحلاّج ، وطَلَبه حامدُ الوزير وقال : ما الذي تقولُ في الحلاّج ؟ فقال : مالَك ولذاك ؟ عليكَ بما نُدِبتَ له من أخذ الأموال ، وسفكِ الدِّماء . فأمَرَ به ، فَفُكَّتْ أسنانُه ، فصاح : قطعَ اللهُ يديكَ ورِجْلَيْك . وماتَ بعد اربعةَ عشَرَ يوماً ، ولكنْ أُجيبَ دُعاؤُه ، فقُطِعتْ أربعةُ حامد . قال السُّلمي : سمعتُ أبا عَمْرو بنَ حمدان يذكر هذا .

قال : وكان ابنُ عَطَاء ينتمي إلى المارِسْتانيِّ إبراهيم .

وقيل : إن ابنَ عَطَاء فقدَ عقلَهُ ثمانيةَ عَشَرَ عاماً ، ثم ثابَ إليه عقلُه .

ثبَّتَ اللهُ علينا عقولَنا وإيمانَنا ، فَمَنْ تسبَّبَ في زوالِ عقلِه بجُوعٍ ، ورياضةٍ صَعْبَة ، وخَلْوة ، فَقَدْ عَصَى وأَثِمَ ، وضاهَى من أزال عقلَه بعضِ يومٍ بِسُكر . فما أحسَنَ التَّقيُّد بمتابعةِ السُّنَنِ والعِلْم .

* طبقات الصوفية : ٢٦٥ - ٢٧٢ ، حلية الأولياء : ١٠/٣٠٢-٣٠٥ ، تاريخ بغداد : ٥/٢٦ - ٣٠ ، الرسالة القشيرية : ٢٣ - ٢٤ ، صفة الصفوة : ٢/٤٤٤-٤٤٦ ، المنتظم : ٦/١٦٠ ، العبر : ٢/١٤٤ ، دول الإسلام : ١/١٨٧ ، الوافي بالوفيات : ٨/٢٤ - ٢٥ ، مرآة الجنان : ٢/٢٦١ ، البداية والنهاية : ١١/١٤٤ ، طبقات الأولياء : ٥٩ - ٦١ ، شذرات الذهب : ٢/٢٥٧-٢٥٨ .

(١) في الأصل: «تسعين» .

ابن ملقنؒ اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں حضرت ابو العباس بن عطاءؒ کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وہ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابراہیم مارستانیؒ وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابو سعید خراز کی بہت تعظیم کرتے تھے“۔ (طبقات الاولیاء: ص۵۹)

طَبَقَاتُ الأَوْلِيَاءِ

لابن الملقن

سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد المصري

٧٢٣ - ٨٠٤ هـ

بتحقيق

نور الدين شريبة

من علماء الأزهر

الناشر مكتبة الخانجي بالقاهرة

١٤ — ابو العباس بن عطاء الأدمي (*)

؟ — ٣٠٩ هـ

أبو العباس (١) أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الأدَمِيّ (٢) . صحب الجنيد ، وابرهيم المارستانى ، وغيرهما .

وكان من أقران الجنيد وعلمائهم . وكان أبو سعيد الخراز يعظم شأنه (٣) .

مات سنة تسع وثلثمائة .

من كلامه :

١ — ه من ألزم نفسه آداب (٤) السنة نوَّر الله / قلبه بنور المعرفة . [١٠ - ظ]

(*) انظر ترجمة الأدمى فى : طبقات الصوفية : ٢٦٥ — ٢٧٢ ؛ حلية الأولياء : ١٠/٣٠٢-٣٠٥ ؛ صفة الصفوة : ٢/٢٥٠ ؛ الرسالة القشيرية : ٣١ ؛ طبقات الشعرانى : ١/١١١ — ١١٣ ؛ تاريخ بغداد : ٥/٢٦ — ٣٠ ؛ شذرات الذهب : ٢/٢٥٧ ؛ البداية والنهاية : ١١/١٤٤ ؛ سير أعلام النبلاء : ٩/٢/٢٠٣ ؛ نتائج الأفكار القدسية : ١/١٣٣ — ١٧٥ ؛ المنتظم : ٦/٣٦٠ ؛ مرآة الجنان : ٢/٢٦١

(١) ظه : أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الأدمى أبو العباس . من كبارهم وعلمائهم وأقران الجنيد .

(٢) الأدمى — بفتح الهمزة والدال : بعدها ميم — نسبة إلى بيع الأدم وهو الجلد ، ومن المنسوبين إليه كثرة منهم ابن عطاء .

اللباب : ١/٢٩

(٣) ظه : يعظم أمره .

(٤) ظه : أدب السنة .

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: "اس زمانے کے ان صوفیوں میں سے تھے جو عبادات واجتہاد اور کثرت سے قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے یوسف بن موسیٰ القطان اور فضل بن زیاد صاحب احمد بن حنبلؒ سے احادیث روایت کی"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۶، ص ۱۶۵)

٢٦٤٢- أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء، أبو العباس الأدَمِيُّ الصُّوفِيُّ(٥).

كان أحد شيوخهم الموصوفين بالعبادة والاجتهاد، وكثرة الدَّرس للقرآن. وحدَّث بشيءٍ يسيرٍ عن يوسف بن موسى القطَّان، والفَضْل بن زياد صاحب أحمد بن حنبل، ونحوهما. روى عنه محمد بن عليّ بن حُبَيْش الناقد.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(١): حدثنا محمد بن عليّ بن حُبَيْش، قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء الصُّوفي، قال: حدثنا يوسف بن موسى القطَّان، قال: حدثنا الحسن بن بشر البَجلي، قال: حدثنا الحكم بن عبدالملك، عن قَتادة، عن أبي مَلِيح، عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يدخلُ الجنَّة بشفاعة رجلٍ من أمتي أكثر من بني تَميم»(٢).

أخبرنا محمد بن أحمد بن رِزْق، قال: أخبرنا أبو الحُسين محمد بن علي بن حُبَيْش الناقد، قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء الأدَمي، قال: حدثنا الفَضْل بن زياد، قال: سمعتُ هارون بن معروف يقول: أقبلتُ على الحديث وتركتُ القُرآن، قال: فرأيتُ في المنام كأن قائلاً يقول لي: مَن آثرَ الحديثَ على القُرآن عُوقِب. قال: فما حال عَليَّ الحول حتى ذهب بَصَري.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(٣): سمعت أبا الحُسين بن حُبَيْش وذكر أبا

= وانظر حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٤ - ٣٠٥.

(١) حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٤.

(٢) إسناده ضعيف، لضعف الحكم بن عبدالملك البصري. على أن متن الحديث صحيح من حديث عبدالله بن أبي الجدعاء؛ أخرجه الطيالسي (١٢٨٣)، وأحمد ٣/ ٤٦٩ و٤٧٠ و٥/ ٣٦٦، والبخاري في تاريخه الكبير ٥/ الترجمة (٤٤)، والترمذي (٢٤٣٨)، وابن ماجة (٤٣١٦)، وأبو يعلى (٦٨٦٦)، وابن خزيمة في التوحيد ص ٣١٣، وابن حبان (٧٣٧٦)، والحاكم ١/ ٧٠ و٧١ و٣/ ٤٠٨، والبيهقي في الدلائل ٦/ ٣٧٨. وانظر المسند الجامع ٨/ ٢١٤ حديث (٥٧٣٧).

(٣) حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٢.

١٦٥

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد السادس

أحمد - إبراهيم

٢٤٧٩ - ٣٠٨٨

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ابن منصورؒ کو قبول کرنے والے پہلے بزرگ ابو العباس ابن عطاءؒ ہیں جنہوں نے ابن منصورؒ کی کھل کر تائید و موافقت کرتے ہوئے اپنی جان تک دیدی۔ وہ جس قدر ابن منصورؒ کے معتقد تھے ان کے واقعہ وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح صاف صاف الفاظ میں ابن منصورؒ کی تائید و حمایت کی اور وزیر حامد کو کیسے سخت الفاظ میں سنائی، حتیٰ کہ یہی ان کے قتل کا سبب ہوا۔

۲۔ امام محمد بن خفیف ضبی شیرازیؒ (متوفی ۳۳۱ھ) بھی ابن منصورؒ کے معتقدین میں سے ہیں

"محمد بن خفیفؒ کا تو یہ قول ہے کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہیں"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۶۸۹)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

بواسط، وقيل: بتُسْتَر، وقدمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحَلاَّج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدَّه فيهم، وقبله من مُتَقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغْدادي، ومحمد بن خَفِيف الشِّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربَّاني[1].

ومن نفاه عن الصُّوفية نَسَبَه إلى الشَّعْبذة في فعله، وإلى الزَّنْدقة في عقده، وله إلى الآن أصحابٌ يُنسَبون إليه، ويَغْلون فيه.

وكان للحَلاَّج حُسْنُ عِبارة، وحَلاوة مَنطق، وشعرٌ على طريقة التَّصوُّف، وأنا أسوق أخباره على تَفاوُت اختلاف القَول فيه.

حدثني أبو سعيد مسعود بن ناصر بن أبي زيد السِّجستاني، قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن عُبيدالله بن باكو[2] الشِّيرازي بنَيسابور، قال: أخبرني حَمْد[3] بن الحُسين بن منصور بتُسْتَر، قال: مَولدُ والدي الحُسين بن منصور بالبَيضاء في مَوضع يقال له: الطُّور، ونشأ بتُسْتَر، وتَلْمذَ لسَهْل بن عبدالله التُّستري سَنَتين، ثم صَعد إلى بغداد. وكان بالأوقات يَلْبس المُسوح، وبالأوقات يمشي بخِرْقَتين مُصَبَّغ، ويلبس بالأوقات الدُّرَّاعة والعِمامة، ويمشي بالقَبَاء أيضًا على زي الجُند، وأول ما سافر من تُستر إلى البَصْرة كان له ثمان عشرة سنة، ثم خرجَ بخِرْقتين إلى عَمرو بن عُثمان المكي، وإلى الجُنيد بن محمد، وأقامَ مع عَمرو المكي ثمانية عشر شهرًا، ثم تَزَوَّج بوالدتي أم الحُسين بنت أبي يعقوب الأقطع، وتَغَيَّر عَمرو بن عُثمان من تزويجه، وجَرى بين عَمرو وبين أبي يعقوب وَحْشةٌ عظيمةٌ بذلك السَّبب. ثم اختلف والدي إلى الجُنيد بن محمد وعَرَض عليه ما فيه من الأذية لأجل ما يجري بين أبي يعقوب وبين

(١) هذا كله كلام السلمي في طبقات الصوفية ٣٠٧-٣٠٨.

(٢) هكذا رسمه في النسخ، وهو باكويه.

(٣) في م: «أحمد»، محرف.

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن علي بن محمد الديلمي

ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيي بن جنيد الشيرازي

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربي وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور / ابراهيم الدسوقي شتا

القاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

فصل (٤)[1]

(ص ٢٣٤)

قال ابن خفيف : سألت رويم بن محمد عن التصوف فقال : يابني التصوف إفناء الناسوتية ، وظهور اللاهوتية ، فقلت : زدني رحمك الله ، فقال : لا رحمني الله إن كان في ذلك مزيد[2].

فصـــل (٥)[3]

الحسين بن منصور الحلاج :

. . . . . . وجعلوه من المحققين حتى قال محمد بن خفيف: الحسين بن منصور عالم رباني[4].

فصـــل (٦)[5]

وقال أحمد بن يونس : كنا في ضيافة ببغداد ، فأطال الجنيد اللسان في الحلاج ونسبه إلى الشعبذه والنيرنج ، وكان مجلسا خاصا ، فلم يتكلم أحد احتراما للجنيد ، فقال ابن خفيف : ياشيخ لاتطول ، ليس إجابة الدعاء والإخبار عن الأسرار من النيرنجات والشعبذة والسحر ، فاتفق على تصديق ابن خفيف، فلما خرجنا أخبرت الحلاج بذلك ، فضحك وقال : أما محمد بن خفيف فقد

(١) باللغة العربية

(٢) ابن يزدانيار ١٢ ق

(٣) باللغة العربية .

(٤) سلمي : ٣٠٨ ، تذكرة ٢-١٣٦ ، تاريخ بغداد ٨-١١٢ ، شعراني ١-١٠٧

(٥) باللغة العربية

"ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی اہل فارس کے بزرگوں میں سے بڑے بزرگ تھے۔ تصوف اوراشارات ومعرفت میں مشہور تھے اور مقبول خاص وعام، صاحب کرامات امام تھے۔ حماد اور عبدالملک بن جنید سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ قومل جصاص اور ہشام بن عبدان سے بھی ملاقات کی ہے۔ ان کے احوال وحکایات مشہور اور کتابوں میں مسطور ہیں، رمضان ۳۷۱ھ میں وفات پائی"۔ (الأنساب سمعانی: ص ۳۴۴)

ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازیؒ کے مکمل حالات جاننے کے لئے کتاب سیرۃ الشیخ الکبیر "أبی عبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی" کا مطالعہ فرمائیں۔

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمّد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن علي بن محمد الديلمي
ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيي بن جنيد الشيرازي

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربي
وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور / ابراهيم الدسوقي شتا

القاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

ترجمة المقدمة التركية

ترجمها عن التركية : دكتور إبراهيم الدسوقي شتا

اشتهر عدد من الصوفية الذين عاشوا في العصر الكلاسي للتصوف الإسلامي ـ أي في أواخر القرن التاسع والعقود الأولى من القرن العاشر الميلاديين ـ (الثالث والرابع الهجريين) في الشرق والغرب ، وجذبوا بذلك انتباه المستشرقين .

وقد وفق الحسين بن منصور الحلاج ، والجنيد البغدادي ، والشبلي ، وآخرون غيرهم ، في اكتساب شهرة مًا في ظل الآثار العلمية لهم ، والحكايات التي انتشرت عنهم بين الناس .

وبالرغم من ذلك ، فإننا قليلا ما نلتقي نسبياً باسم الشيخ الكبير أبي عبد الله محمد بن خفيف الشيرازي (٨٨٢ — ٩٨٢ م ٢٦٨ — ٣٧١ هـ) تقريباً ، في المؤلفات العلمية والأدبية ، فقد ذكره « بروكلمان » في ملاحق تاريخ الأدب العربي ببضع كلمات .

وبالرغم من أن حياة ابن خفيف الصوفية ، التي ستكون مدار بحثنا الحالي ، لا تغص بكرامات كثيرة ، كما أن الأقوال الصوفية التي رويت عنه ، ليست في عمق كلمات الجنيد ، أو في حدة عاطفة كلمات ذي النون وعمق تأثيرها ، إلا أن سيرة هذا الشيخ ، تلقي الضوء على حياة متصوفة شيراز ، وتعرض بعض خصائص بيئة دينية تبدي رعاية فائقة ، للتمسك بأشد أنواع الزهد ، والتمسك بالشريعة .

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن على بن محمد الديلمى
ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيى بن جنيد الشيرازى

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربى
وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور/ ابراهيم الدسوقى شتا

القاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

(ص ٢٦١)

الباب الثامن
شرح كرامات الشيخ

فصــــل (١)[1]

روى أن اثنين من الصوفية جاءا من مكان بعيد لزيارة الشيخ ، فلم يجدا الشيخ فى زاويته . فسألا : أين الشيخ ؟ فقيل لهم : فى قصر عضد الدولة . قالا : أى أمر للشيخ فى قصور السلاطين ؛ وآسفا على ظننا فى الشيخ . ثم قالا : لنقم بجولة فى المدينة فدخلا السوق ، وذهبا إلى دكان خياط ، ليخيطا جيب المرقعة . فضاع للخياط مقراض ، فقال لهما : لقد أخذتماه ، وسلما إلى شرطى ، وحملا إلى قصر عضد الدولة . فأمر عضد الدولة بقطع يد كل منهما . وكان الشيخ أبو عبد الله بن خفيف حاضرا فقال : اصبروا فليس هذا من فعلهما ، فأطلقوهما ، ثم قال : للصوفيين : أيها الشابين ، لقد كان ظنكما فى صادقا ، ولكن مجيىء إلى قصور السلاطين بشأن هذه الأعمال . فصار كلاهما مريدا له . وذلك حتى تعلم أن كل من تعلق بالرجال لايضيعوه ولا يكون ارتكانه على الريح .

(١) باللغة الفارسية .
(٢) تذكرة ٢ / ١٣٩ نامة دانشوران ٢ / ٤٤٢

(ص ٢٦٢)

الباب التاسع
فى ذكر الأحاديث (التى رواها الشيخ)[1]

فصــــل (٢)

حدثنا ابن خفيف ، حدثنا القاضى أبو أحمد محمد بن أحمد ابن إبراهيم ، حدثنا شعيب بن أحمد الدارعى ، حدثنا الخليل أبو عمرو وعيسى بن المسور قالا : حدثنا مروان بن معاوية ، حدثنا قنان بن عبد الله النهمى ، عن ابن ظبيان ، عن أبى عبيدة بن عبد الله ابن مسعود عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : سمعت كلاما فى السماء فقلت : ياجبريل من هذا ؟ قال هذا موسى ، قلت : ومن يناجى ؟ قال : ربه قلت : ويرفع صوته على ربه ، قال : إنه قد عرف له حدته .[2]

فصــــل (٣)

ومن مفاريد ماسمع منه ما أخبرنا فى إجازته وكتابه إلى قال :

حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن شاذ هرمز ، حدثنا زيد بن احزم عن أبى داود عن شعبه ، عن عبد الله بن دينار ، عن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لما عرج بى إلى السماء سمعت

(١) كل فصول هذا الباب باللغة العربية .

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن على بن محمد الديلمى
ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيى بن جنيد الشيرازى

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربى
وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور/ ابراهيم الدسوقى شتا

القاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

وقال النووي في الأذكار[١]: ينبغي لمن بلغه شيء من فضائل الأعمال أن يعمل به ولو مرة ليكون من أهله، ولا ينبغي أن يتركه مطلقا بل يأتي بما تيسر منه لقوله ﷺ [وإذا أمرتكم بشيء فافعلوا منه ما استطعتم[٢]].

قلت : ويروى في الترغيب في ذلك عن جابر حديث مرفوع لفظه [من بلغه عن الله عز وجل شيء فيه فضيلة فأخذ به إيمانا به ورجاء ثوابه أعطاه الله ذلك وإن لم يكن كذلك[٣]] وله شواهد، وقال أبو عبد الله محمد بن خفيف[٤] : ما سمعت شيئا من سنن رسول الله ﷺ إلا واستعملته حتى الصلاة على أطراف الأصابع وهي صعبة.

وقال الإمام : ما كتبت حديثا إلا وقد عملت به حتى مر بي في الحديث أن النبي ﷺ احتجم وأعطى أبا طيبة دينارا فأعطيت الحجام دينارا حين[٥] احتجمت، ويقال اسم أبي طيبة دينار، حكاه ابن عبد البر ولا يصح[٦]. وعن أبي عصمة عاصم بن عصام البيهقي قال : بت ليلة عند أحمد، فجاء بالماء فوضعه، فلما أصبح نظر إلى الماء فإذا هو كما كان، فقال : سبحان الله رجل يطلب العلم لا يكون له ورد بالليل[٧]

(١) ص ٤

(٢) البخاري (٧٢٨٨) ومسلم (١٣٣٧) وغيرهما من الحديثين عن أبي هريرة

(٣) أخرجه ابن عرفة في جزء (٦٣) والخطيب في تاريخه ٨/٢٩٦ . وخرجه الشيخ الألباني في الضعيفة (٤٥١) وتوسع في ذكر علله وحكم عليه بأنه موضوع وقد سبقه غيره، انظر المقاصد الحسنة ص ٤٠٥ واللآلئ المصنوعة ١/١١٦

(٤) هو الشيخ الامام العارف الفقيه القدوة ذو الفنون أبو عبد الله، محمد بن خفيف (مكبرا) بن اسكفشار الضبي الفارسي الشيرازي شيخ الصوفية، توفي (٣٧١هـ) سير أعلام النبلاء ١٦/٣٤٢. وراجع ترجمته الطبقات الكبرى للسبكي ٣/١٥١

(٥) في هـ : حتى .

(٦) الجامع للخطيب ١/١٤٤، وسير أعلام النبلاء ١١/٢١٣، ٢٩٦ ، وفتح المغيث للعراقي ٣/٨٨، والاستيعاب ٤/١٧٠٠، والاصابة ٤/١١٤، وأما الحديث بهذا اللفظ فقد أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط كما في المجمع ٤/٩٤، وفيه القاسم بن سعيد بن المسيب بن الشريك، قال الهيثمي : لم أجد من ترجمه وبقية رجاله ثقات . وقد أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٠٣١) مرسلا عن عكرمة، وأما بدون لفظ الدينار فقد أخرجه أصحاب الصحاح والسنن .

(٧) الجامع للخطيب ١/ ١٤٣، والمدخل للبيهقي ص ٣٣٠، وسير أعلام النبلاء ١١/٢٩٨، ومناقب الامام أحمد لابن الجوزي ص ١٩٩

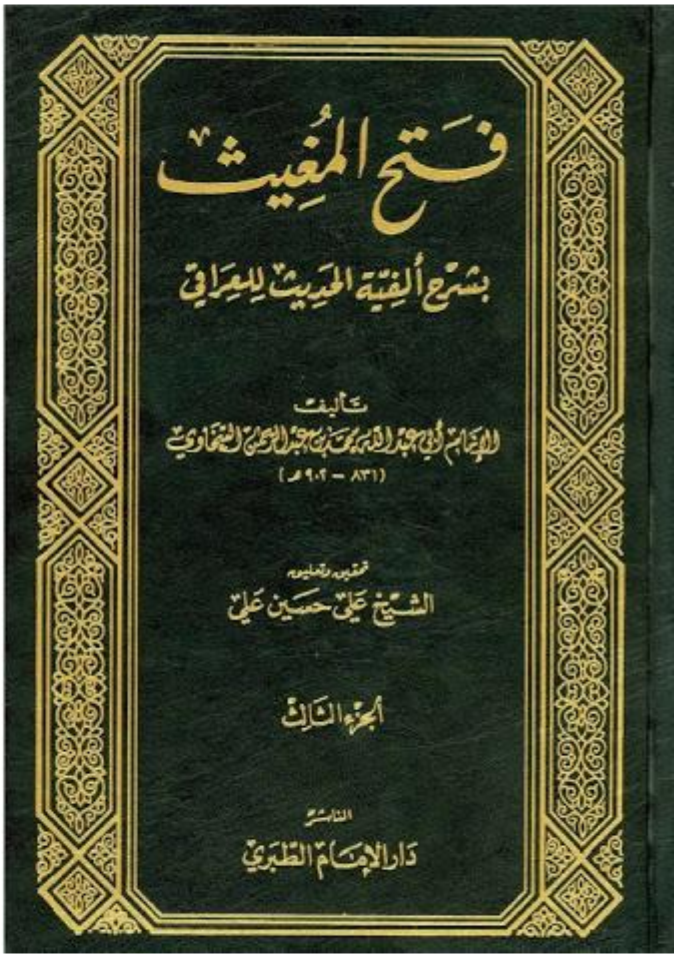

”محمد بن خفیف ضبیؒ شیراز میں مقیم ہو گئے تھے، وہ اپنے وقت میں شیخ المشائخ اور یکتا بزرگ تھے۔ علوم ظاہر کے بھی عالم تھے اور علوم حقائق کے بھی۔ مقامات واحوال اور تمام اخلاق واعمال میں ان کی بہت اچھی حالت تھی“۔ (الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۱۷)

- ٢١٧ -

٢٣٢ـ ومنهم أبو الحسن بن أحمد بن سهل البوسنجي رضى الله تعالى عنه:

كان من أوحد فتيان خراسان لقى أبا عثمان وصحب بالعراق ابن عطاء والجريري وبالشام طاهرا المقدسي وأبا عمرو الدمشقي وتكلم رضي الله عنه مع الشبلي رضي الله عنه في مسائل وهو من أعلم مشايخ وقته بعلوم التوحيد وعلوم المعاملات ومن أحسنهم خلقا وطريقة في الفتوة والتجريد وكان معظما للفقراء حسن الخلق مات رضي الله عنه سنة ثمان وأربعين وثلاثمائة رضي الله عنه.

وسئل عن التصوف فقال هو اليوم اسم لا حقيقة وقد كان حقيقة لا اسم وكان يقول من كان باطنه أفضل من ظاهره فهو الولي ومن كان باطنه وظاهره سواء فهو العالم ومن كان ظاهره أفضل من باطنه فهو الجاهل. ولذلك لا ينصف من نفسه ويطلب الإنصاف من غيره. وقيل له من الظريف فقال: الخفيف في ذاته وأفعاله وأخلاقه وشمائله من غير تكلف وكان يقول الخير منا زلة والشر لنا صفة رضي الله عنه.

٢٣٣ـ ومنهم أبو عبد الله محمد بن خفيف الضبي رضى الله تعالى عنه ورحمه:

أقام بشيراز وهو شيخ المشايخ وأوحدهم في وقته كان عالما بعلوم الظاهر والحقائق حسن الأحوال في المقامات والأحوال وجميع الأخلاق والأعمال مات رضي الله عنه سنة إحدى وسبعين وثلاثمائة، وكان رضي الله عنه يقول: التصوف تصفية القلوب ومفارقة أخلاق الطبيعة وإخماد صفات البشرية ومجانبة الدعاوى النفسانية ومنازلة صفات الروحانية والتعلق بعلوم الحقيقة والنصح لجميع الأمة واتباع النبي ﷺ في الشريعة. وكان رضي الله عنه يقول ليس شيء أضر بالمريد من مسامحة النفس في ركوب الرخص وقبول التأويلات.

وكان رضي الله عنه يقول الذكر على قسمين: ظاهر وباطن. فالظاهر التهليل والتحميد والتمجيد وقراءة القرآن. والباطن تنبيه القلوب على شرائط التيقظ على معرفة الله تعالى وصفاته وأسمائه وأفعاله ونشر إحسانه وإمضاء تدبيره ونفاذ تقديره على جميع خلقه، وكان يقول ذكر الله منفرد وهو ذكر المذكور بانفراد أحديته عن كل مذكور سواه لقوله ﷺ أفضل الذكر لا إله إلا الله وكان رضي الله عنه يقول رأيت رسول الله ﷺ في المنام وهو يقول من عرف طريقا إلى الله فسلكه ثم رجع عنه عذبه

الطبقات الكبرى

المسمى لواقح الأنوار القدسية في مناقب العلماء والصوفية
للعارف بالله الإمام عبد الوهاب الشعراني

تحقيق وضبط

أ.د/ أحمد عبد الرحيم السايح — المستشار/ توفيق علي وهبة

الجزء الأول

الناشر
مكتبة الثقافة الدينية

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ”صوفیاء کے جن اکابر مشائخ کا تذکرہ ابوعبدالرحمٰن سُلَمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابوالقاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے، مثلاً: فضیل بن عیاض، جنید بن محمد [بغدادی]، سہل بن عبداللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی، ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی وغیرہ، انکا کلام سنت وعقائد صحیحہ کے مطابق ہے، اور انہوں نے اس بارے میں کتب بھی تصنیف کی ہیں“۔ (کتاب الصفدیۃ: ج۱، ص۲۶۷)

كتاب الصفدية

تاليف شيخ الإسلام ابن تيمية

أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

طبع على نفقة أحد المحسنين

وقف لله تعالى

١٤٠٦هـ

كما قالوا لعبد الله بن المبارك : بماذا نعرف ربنا ؟ قال : بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه . وهكذا قال سائر الأئمة كأحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعثمان بن سعيد والبخارى وغيرهم ، حتى قال محمد بن اسحق بن خزيمة الملقب بامام الأئمة : من لم يقل ان الله فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه فانه يستتاب فان تاب والا قتل ، كما ذكر ذلك عنه الحاكم أبو عبد الله النيسابورى وصاحبه الملقب بشيخ الاسلام أبى عثمان الصابونى وغيرهما .

والشيوخ الأكابر الذين ذكرهم أبو عبد الرحمن السُلَمى في « طبقات الصوفية » وأبو القاسم القشيرى في « الرسالة » كانوا على مذهب أهل السنة والجماعة ومذهب أهل الحديث كالفضيل بن عياض والجنيد بن محمد وسهل بن عبد الله التسترى وعمرو بن عثمان المكى وأبو عبد الله محمد بن خفيف الشيرازى وغيرهم، وكلامهم موجود في السنة،/ وصنفوا فيها الكتب ، لكن بعض المتأخرين منهم كان على طريقة بعض أهل الكلام في بعض فروع العقائد ، ولم يكن فيهم أحد على مذهب الفلاسفة ، وانما ظهر التفلسف في المتصوفة المتأخرين ، فصارت المتصوفة تارة على طريقة صوفية أهل الحديث وهم(١) خيارهم وأعلامهم ، وتارة على اعتقاد صوفية أهل الكلام فهؤلاء دونهم، وتارة على اعتقاد صوفية الفلاسفة كهؤلاء الملاحدة .

ظ ٨٣

ذكره ثلاث عقائد في أول الفتوحات

ولهذا ذكر ابن عربى في أول « الفتوحات » ثلاث عقائد : عقيدة مختصرة من «ارشاد» أبي المعالى بحججها الكلامية (٢)،

(١) فى الاصل : وهو .
(٢) فى الأصل : عقيدة مختصرة من ارشاد أبى المعالى وعقيدة بمحجمها الكلامية . ورأيت أن حذفكلمة (وعقيدة) أولى . والاشارة هنا الى كتاب « الارشاد الى قواطع الادلة فى أصول الاعتقاد » لأبى المعالى الجوينى .

- ٢٦٧ -

دوسرے بزرگ جو ابن منصورؒ کو ماننے والوں میں سے ہیں وہ محمد بن خفیف ضبیؒ شیرازی ہیں۔ پس محمد بن خفیف جیسے مسلم امام کا ابن منصورؒ کا معتقد ہونا ابن منصورؒ کے ولی کامل اور مقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

۳۔ امام ابوبکر شبلیؒ (متوفی ۳۳۴ھ) بھی ابن منصورؒ کے معتقدین میں سے ہیں

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۶۹۹ پر لکھتے ہیں: ”امام شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ابن منصور دونوں ایک ہی ہیں (یعنی میرا بھی حال وہی ہے جو ان کا ہے) مگر (فرق اتنا ہے کہ) انہوں نے (اپنا حال) ظاہر کر دیا اور میں نے چھپائے رکھا“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۹)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

عنه وأنتَ في بَدْء أمرك، وأما الآن وقد تأكَّدَ الحالُ بيننا، فالأمرُ فيه ما سمعتَ.

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النَّصْراباذي، وعُوتِبَ في شيءٍ حكى عنه، يعني عن الحَلَّاج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النَّبيين والصِّدِّيقين موحِّدٌ فهو الحَلَّاج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشِّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلَّا أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشِّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهكَ عن العالمين؟

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعت جعفر بن أحمد يقول: سمعتُ أبا بكر بن أبي سَعْدان يقول: الحُسين ابن منصور مُمَوِّهٌ مُمَخرِقٌ.

قال أبو عبدالرحمن: وحُكِي عن عَمرو المكِّي أنَّه قال: كنتُ أُماشيه في بعضِ أزِقَّة مكَّة، وكنتُ أقرأُ القرآنَ فسمعَ قِراءتي، فقال: يمكنني أن أقولَ مثلَ هذا، فَفارَقتُهُ.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: الناس فيه، يعني في الحُسين بن منصور، بين قَبول وردّ، ولكن سمعتُ محمد بن يحيى الرَّازي يقول: سمعتُ عَمرو بن عُثمان يَلعنُهُ ويقول: لو قَدَرتُ عليه لقَتَلتُه بيدي، فقلت: أيش الذي وجد الشيخ عليه؟ قال: قرأتُ آيةً من كتاب الله، فقال: يُمكنني أن أؤلف مثله وأتكلَّم به.

قال: وسمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: سمعتُ أبا يعقوب الأقطع يقول: زَوَّجتُ ابنَتي من الحُسين بن منصور لما رأيتُ من حُسنِ طَريقَتِهِ واجتهادِهِ، فبانَ لي بعد مدَّةٍ يسيرةٍ أنَّه ساحرٌ مُحتالٌ، خبيثٌ كافرٌ.

٦٩٩

امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: ”حضرت ابو بکر شبلیؒ حضرت جنیدؒ اوران کے طبقہ والوں کی صحبت میں رہے، مذہب مالکیہ میں فقہ حاصل کیا اور حدیثیں بہت لکھیں“۔ (صفۃ الصفوۃ: ص ۴۸۵)

”شبلیؒ کے خادم خاص کا بیان ہے کی جب حضرت شبلیؒ پر موت کے آثار ظاہر ہوئے، زبان بند ہوگئی اور پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تو مجھے اشارے سے بلایا اور وضو کرانے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ میں نے وضو کرایا لیکن داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور انگلی سے اپنی داڑھی میں خلال کرنے لگے۔ حضرت جعفر خلدیؒ جب یہ واقعہ بیان کرتے تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور کہتے، لوگو بتاؤ تو سہی! یہ کیسا باکمال شخص تھا کہ جس نے زندگی کی آخری سانس تک شریعت کے آداب میں سے ایک ادب بھی فوت نہیں ہونے دیا“۔ (صفۃ الصفوۃ: ص ۴۸۵-۴۸۴)

وقال أحمد بن محمد الآملي: سمعت الشبلي يقول: مجاهدة النفس بالنفس أفضل من مجاهدة الغير بالنفس.

وقال الحسين بن أحمد الصفار: كنت يوماً عند الشبلي وكان يذم الدنيا وأهلها فقال: يا من باع كل شيء واشترى لا شيء بكل شيء!.

وسمعته يقول: ليس من استأنس بالذكر كمن استأنس بالمذكور.

وسئل ما الزهد؟ فقال: نسيان الزهد.

ودخل بعض أصحابنا يوماً على الشبلي وهو يقول: أفلا شَجاً يحنين؟ أفلا رنة بأنين من قلب قريح حزين؟ أفلا شاربٌ بكأس العارفين؟ أفلا مستيقظ عن رقدة الغافلين؟ يا مسكين: ستقدم فتعلم، وينكشف الغطاء فتندم.

وقال الشبلي: العارف سيّار إلى الله عز وجل تعالى غير واقف.

وسئل ـ وأنا حاضر ـ: أي شيء أعجب؟ قال: قلب عرف ربه، ثم عصاه(١).

وكان الشبلي ينوح يوماً ويقول: مَكَر بك في إحسانه فتناسيت! وأمهلك في غيّك فتماديت! وأسقطك من عينه فما دريت ولا باليت.

وقال: ليت شعري ما اسمي عندك غداً يا علام الغيوب؟ وما أنت صانع في ذنوبي يا غفار الذنوب؟ وبم تختم عملي يا مقلب القلوب؟ قال: وكان الشبلي يقول في جوف الليل: قرة عيني وسرور قلبي ما الذي أسقطني من عينك؟ ثم يصرخ ويبكي.

قال: وقال الشبلي: لا تأمن على نفسك وإن مشيت على الماء حتى تخرج من دار الغِرّة إلى دار الأمل(٢).

وقال الشبلي: إذا وجدت قلبك مع الله فاحذر من نفسك، وإذا وجدت قلبك مع نفسك فاحذر من الله.

وقال أحمد الحلقاني: سمعت الشبلي يقول: من عرف الله عز وجل لا يكون له غم. وسمعته يقول: أحبك الخلق لنعمائك وأنا أحبك لبلائك.

وعن أبي حاتم الطبري قال: سمعت أبا بكر الشبلي يقول: إن أردت أن تنظر إلى الدنيا بحذافيرها فانظر إلى مزبلة فهي الدنيا! وإذا أردت أن تنظر إلى نفسك فخذ كفاً من تراب فإنك منه خلقت، وفيه تعود ومنه تخرج! وإذا أردت أن تنظر ما أنت فانظر ماذا يخرج منك في دخولك الخلاء! فمن كان حاله كذلك فلا يجوز أن يتطاول أو أن يتكبر على من هو مثله.

وعن الحسين بن أحمد الهروي قال: سمعت أبا بكر الشبلي يقول: ليس للأعمى من رؤية الجوهرة إلا مسها، وليس للجاهل من الله إلا ذكره باللسان.

وسأل جعفر بن نصير بكران الدينوري ـ وكان يخدم الشبلي ـ: ما الذي رأيت منه؟ ـ يعني عند

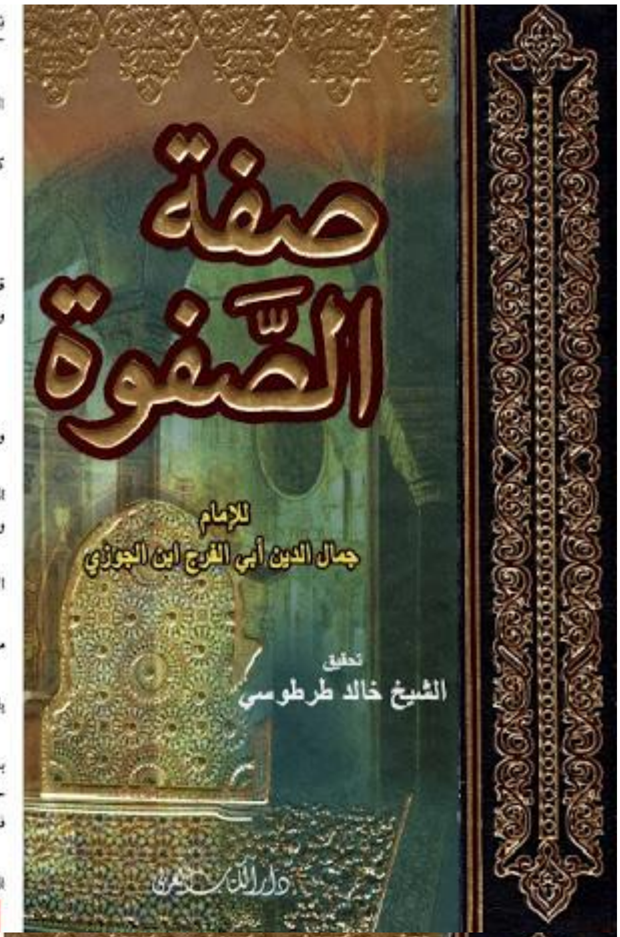

وفاته ـ فقال: قال لي: علي درهم مظلمة تصدقت عن صاحبه بألوف فما على قلبي شغل أعظم منه! ثم قال: وضئني للصلاة. ففعلت فنسيت تخليل لحيته وقد أمسك على لسانه فقبض على يدي وأدخلها في لحيته، ثم مات. فبكى جعفر وقال: ما تقولون في رجل لم يفته في آخر عمره أدب من آداب الشريعة؟

وعن بكير صاحب الشبلي قال: وجد الشبلي في يوم جمعة خفة من وجع كان به فقال: تنشط، تمضي إلى الجامع؟ قلت: نعم، فاتكأ على يدي حتى انتهينا إلى الوراقين من الجانب الشرقي قال: فتلقانا رجل جاءني من الرصافة فقال: بُكير! قلت: لبيك. قال: غداً يكون لنا مع هذا الشيخ شأن.

ثم مضينا فصلينا، ثم عدنا فتناول شيئاً من الغداء، فلما كان الليل مات رحمه الله فقيل لي في درب السقائين: رجل شيخ صالح يغسل الموتى. فدلوني عليه في سَحَر ذلك اليوم، فنقرت الباب خفياً فقلت: سلام عليكم. فقال: مات الشبلي. قلت: نعم. فخرج إلي فإذا به الشيخ فقلت: لا إله إلا الله. فقال: لا إله إلا الله تعجباً! ثم قلت: قال لي الشبلي أمس لما التقينا بك في الوراقين: غداً يكون لي مع هذا الشيخ شأن، بحق معبودك: من أين لك أن الشبلي قد مات؟ قال: يا أبله فمن أين للشبلي أن يكون له معي شأن من الشأن اليوم؟

قال: عمر بن عبيد حدثني بكير فذكر معنى الحكاية.

صحب الشبلي الجنيد وطبقته، وتفقه على مذهب مالك، وكتب الحديث الكثير، ولا نعلم له مسنداً سوى حديث واحد.

أخبرنا أبو منصور القزاز، أنبأنا أبو بكر أحمد بن علي، أنبأنا إسماعيل بن أحمد الحيري، أنبأنا أبو عبد الرحمن السلمي، أنبأنا أحمد بن محمد بن حسن الهروي، أنبأنا أبو عبد الرحمن، أنبأنا عبد الواحد بن العباس أنبأنا أحمد بن محمد بن ثابت، أنبأنا محمد بن علي الجمال قال: سمعت أبا بكر الشبلي يقول: حدثنا محمد مهدي المصري، أنبأنا عمر بن أبي سلمة، أنبأنا صدقة بن عبد الله بن طلحة بن زيد عن أبي فروة الرهاوي عن عطاء عن أبي سعيد الخدري قال: قال: رسول الله ﷺ لبلال: «الق الله فقيراً ولا تلقه غنياً»، قال: يا رسول الله كيف لي بذلك؟ قال: «ما سئلت فلا تمنع، وما رزقت فلا تُخبي» قال: يا رسول الله كيف لي بذلك؟ قال: «هو ذاك وإلا فالنار»(١).

توفي الشبلي في ذي الحجة سنة أربع وثلاثين وثلاث مائة، وهو ابن سبع وثمانين سنة، رحمه الله.

٣١٧ ـ أبو أحمد المغازلي

قال جعفر الخلدي: سمعت أبا أحمد المغازلي يقول: كنت يوماً من الأيام قاعداً فخطر على قلبي ذِكْرٌ من الأذكار، فقلت: إن كان ذكر يمشى به على الماء فهو هذا. فقمت إلى الماء فوضعت

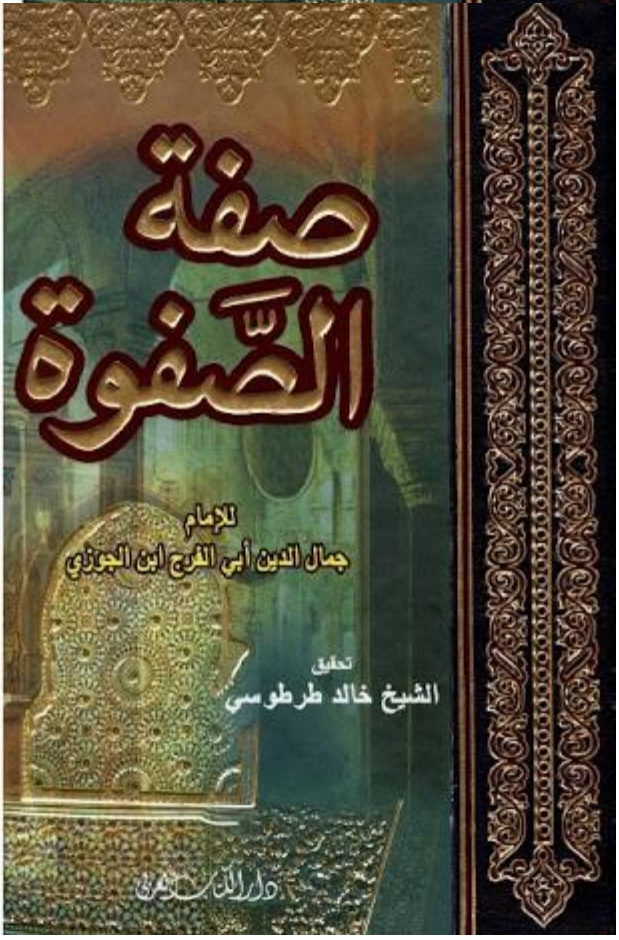

حضرت جنیدؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: "فیقول الجنید "لِكُلِّ قَوْمٍ تاجٌ، وَتاجُ هذَا القَوْمِ الشِّبْلی"". "ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور ہم اہل تصوف کے تاج شبلیؒ ہیں"۔ (نفحات الانس للجامی: ص ۱۸۰)

و هم وی گفته که ابوسعید خرازگفت: «كُنْ بِذِكْرِ اللهِ فَإنْ قَوِيَتْ حالُكَ غِبْتَ عَنْ ذِكْرِ اللهِ و ذِكْرِ اللهِ اياكَ.»
شیخ الاسلام گفت: «زبان در سر ذکر شد و ذکر در سر مذکور و دل در سر مهر شد و مهر در سر نور و جان در سر عیان شد و عیان از بیان دور. بهرهٔ حق به حق رسید و بهرهٔ آدم به آدم آب و خاک با فنا شد و دوگانگی با عدم. رَجَعَ الحَقُّ إلى أصحابِهِ وَبَقِيَ المِسكينُ في التُّرابِ رَميماً.»

۲۱۹- ابوبکر الشّبلی، قدّس الله تعالی سرّه

از طبقهٔ رابعه است. نام وی جعفر بن یونس است وگفته‌اند دُلَف بن جعفر و گفته‌اند دلف بن جَحْدَر، و بر قبر وی به بغداد جعفر بن یونس نوشته‌اند.
شیخ الاسلام گفت که: «وی مصری است. به بغداد آمد و در مجلس خیر نسّاج توبه کرد. شاگرد جنید است. عالم بوده و فقیه و مذکّر. مجلس کردی. مذهب مالک داشت و موطّا حفظ کرده بود. پدر وی حاجبِ الحُجّاب خلیفه بود.»
و فی طبقات السّلمی: «انّه خراسانی الأصل، بغدادی المنشأ و المولد، و أصلُه من أُسْرُوشَنَة من فرغانة و مولده كما قيل سامرّه.»
جنیدگفته است: «لا تَنْظُرُوا إلى أبي بكر الشّبلي بالعَينِ الّتي يَنْظُرُ بَعضُكم الى بعضٍ، فانّه عينٌ من عُيُونِ اللهِ.»
هشتاد و هفت سال عمر وی بود. در سنهٔ أربع و ثلاثین و ثلثمائة برفته ازدنیا، در ماه ذوالحجة.
هم جنیدگفته: «لِكُلِّ قَوم تاجٌ وَتاجُ هذَا القَوم الشّبلي.»
شبلی بیست و دو بار در بیمارستان بوده.
شبلی گفته: «الحُرّيّةُ هِيَ حُرّيّةُ القَلبِ لاغَير.»
شیخ الاسلام گفت که شیخ ابوسعید مالینی حافظ صوفی این حکایت از شبلی آورده که وی گفته که: «این سرمایهٔ وقت که دارید به ناز دارید! فردا همین خواهید داشت، و تا جاوید صحبت با وی به این می‌بایدکرد.»
شیخ الاسلام گفت که: «از اینجا می‌باید برد، که فردا گویند منافقان را: إرْجِعُوا وَراءَكُم فَالتَمِسُوا نوراً(۱۳/حدید).»
شیخ الاسلام گفت و وصیت کرد که: «این حکایت بنویسید و یاد داریدکه شما را از شبلی هیچ چیز نیارند به از این حکایت: فردا وقت نو نیارند، که این وقت که اینجا داری بیرون آرند.»
کسی شبلی را گفت: «مرا دعایی کن!» این بیت بخواند:
مَضى زَمَنٌ و النّاسُ يَسْتَشْفِعُونَ بي فَهَلْ لي إلى لَيلى الغَداةَ شَفيعُ
وی را گفتند: «ترا خوش فربه می‌بینیم و محبتی که دعوی می کنی تقاضای لاغری می کند.» گفت:
أحَبَّ قَلْبي وَما دَرى بَدَني وَلَوْ دَرى ما أقامَ فِي السِّمَنِ
وی را پرسیدندکه: «مردی سماع می کند و نمی‌داندکه چه می‌شنود، این چیست؟» جواب داد به این ابیات:
رُبَّ وَرْقاءَ هَتُوفٍ بالضُّحى ذاتِ شَجْوٍ صَدَحَتْ في فَنَنِ
وَلَقَدْ أشكُو فَما أفْهَمُها وَلَقَدْ تَشْكُو فَما تُفْهِمُني
غَيرَ أنّي بالجَوى أعْرِفُها وَهِيَ أيضاً بالهَوى تَعْرِفُني
ذَكَرَتْ إلْفاً و دَهْراً صالِحاً فَبَكَتْ شَجْواً وَهاجَتْ شَجَني

۱۲۸

هو
۱۲۱

نفحات الانس
من حضرات القُدس
نورالدّین عبدُ الرّحمان جامی

"حضرت ابو بکر محمد بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا تو شبلی آئے اور ابو بکر بن مجاہد ان کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا' اے میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں حالانکہ بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے حضور ﷺ کی مجلس میں دیکھا آپ ﷺ اس کیلئے کھڑے ہو گئے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ یہ تو دیوانہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ شبلی ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے "لقد جاءکم رسول من انفسکم" آخر سورت تک اور پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے شبلی سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا' جیسے میں نے سنا تھا"۔ (القول البدیع: ص ۲۵۲-۲۵۱)

وأما في الصلاة فروينا عن الحسن البصري قال : إذا مر المصلي بالصلاة على النبي ﷺ فليقف فليصل عليه في التطوع أخرجه إسماعيل القاضي والنميري .

وفي « المصاحف » لأبي بكر بن أبي داود بسند ضعيف الى الشعبي أنه قيل له : إذا قرأ الإنسان يعني في صلاته : ﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ﴾ [الأحزاب : ٥٦] يصلي على النبي ﷺ قال : نعم . انتهى .

وقد نص الإمام أحمد على ذلك ، فقال : إذا مر المصلي بآية فيها ذكر النبي ﷺ فإن كان في نَفْلٍ صلى على النبي ﷺ .

قلت : وظاهر ما قدمناه عن الشعبي استحباب ذلك في [صلاة] التطوع والفريضة وكذا أطلق العجلي فيما حكاه الأردبيلي عنه في « الأنوار » فقال : وإذا قرأ آية فيها اسم محمد ﷺ استحب له أن يُصلِّي عليه . قال الأردبيلي : وفي فتاوى
١/٩٨ النووي إنه لا يصلي لكونه لا أصل له ، والأول/ أقرب . انتهى . ويلزم من قال بوجوبها كلما ذكر القول بوجوب ذلك .

واعلم أن كيفية الصلاة عليه هنا للقارىء وكذا لسامعه من المصلين أن يقول : ﷺ ولا يقول : اللهم صلِّ على محمد ، لأنه رُكنٌ قولي ، والركن إذا نقل عن محله وهو التشهد ، ففي إبطال الصلاة خلاف ، والله أعلم .

• • •

وأما عقبها فقد ذكره الحافظ أبو موسى المديني وغيره ، ولم يذكروا في ذلك إلّا حكاية ساقها ابن بشكوال وأبو موسى المديني وعبد الغني بن سعيد بسندهم إلى أبي بكر بن محمد بن عمر ، قال : كُنْتُ عند أبي بكر بن مجاهد فجاء الشبلي ، فقام إليه أبو بكر بن مجاهد فعانَقَهُ وقَبَّلَ بين عينيه ، وقلت له : يا سيدي تفعل بالشبلي هكذا وأنت وجميع من ببغداد يتصورون أو قال يقولون : إنه مجنون ، فقال لي : فعلت

كما رأيت رسول الله ﷺ فعل به ، وذلك أني رأيت رسول الله ﷺ في المنام وقد أقبل الشبلي فقام إليه وقبل بين عينيه ، فقلت : يا رسول الله ! أتفعل هذا بالشبلي ؟ فقال : هذا يقرأ بعد صلاته ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾ إلى آخرها [التوبة : ١٢٨ - ١٢٩] ويُتبعها بالصلاة عليَّ - وفي رواية أنه لم يصل صلاة فريضة إلّا ويقرأ ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾ الآية ، ويقول ثلاث مرات : صلى الله عليك يا محمد ، صلى الله عليك يا محمد ، صلى الله عليك يا محمد ، قال : فلما دخل الشبلي سألته عما يذكر في الصلاة فذكر مثله .

وهي عند ابن بشكوال من طريق أبي القاسم الخفاف ، قال : كنت يوماً أقرأ القرآن على رجل يكنى أبا بكر - وكان ولياً لله - فإذا بأبي بكر الشبلي قد جاء إلى رجل يكنى بأبي الطيب - كان من أهل العلم - فذكر قصة طويلة ، وقال في آخرها : ومشى الشبلي إلى مسجد أبي بكر ابن مجاهد ، فدخل عليه ، فقام إليه فتحدث أصحاب ابن مجاهد بحديثهما ، وقالوا له : أنت لم تقم لعلي بن عيسى الوزير وتقوم للشبلي ، فقال : ألا أقوم لمن يُعظمه رسولُ الله ﷺ ، رأيت النبي ﷺ في
النوم فقال لي : يا أبا بكر ! إذا كان في غد فسيدخل/ عليك رجل من أهل الجنة ، ٩٨/ب
فإذا جاءك فأكرمه . قال ابن مجاهد : فلما كان بعد ذلك بليلتين أو أكثر رأيت النبي ﷺ في المنام فقال لي : يا أبا بكر ! أكرمك الله كما أكرمت رجلاً من أهل الجنة ، فقلت : يا رسول الله ! بم استحق الشبلي هذا منك ، فقال : هذا رجل يصلي خمس صلوات يذكرني إثر كل صلاة ويقرأ ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾ الآية ، يقول ذلك منذ ثمانين سنة أفلا أكرم من يفعل هذا ؟

قلت : ويستأنس هنا بحديث أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : من دعا بهؤلاء الدعوات في دبر كل صلاة مكتوبة حلت له الشفاعة مني يوم القيامة اللهم اعط محمداً الوسيلة واجعل في المصطفين مَحَبَّتَهُ وفي العالمين درجته وفي المقربين داره . رواه الطبراني في « الكبير » وفي سنده مُطّرح بن يزيد وهو ضعيف .

• • •

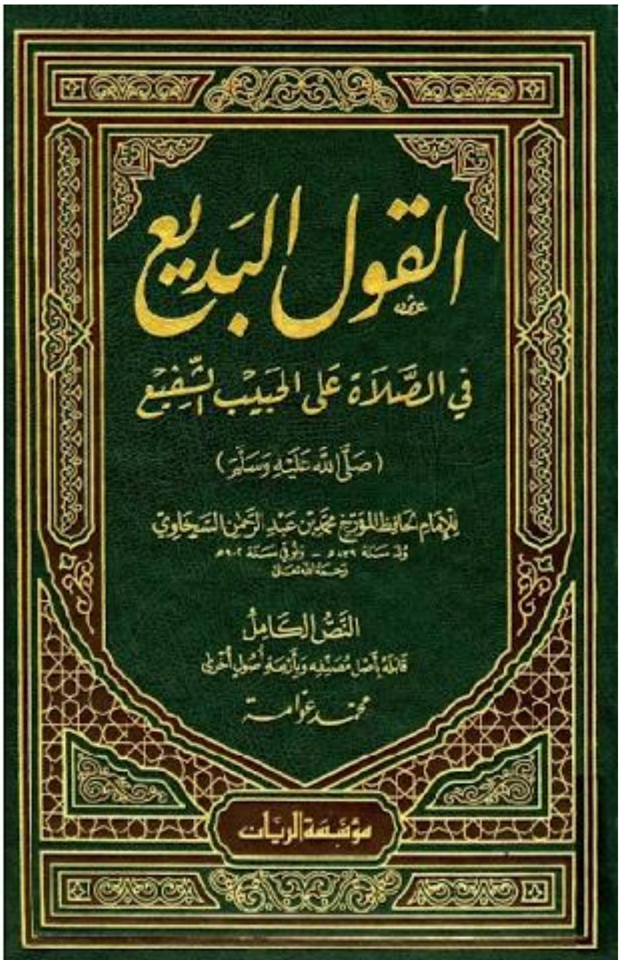

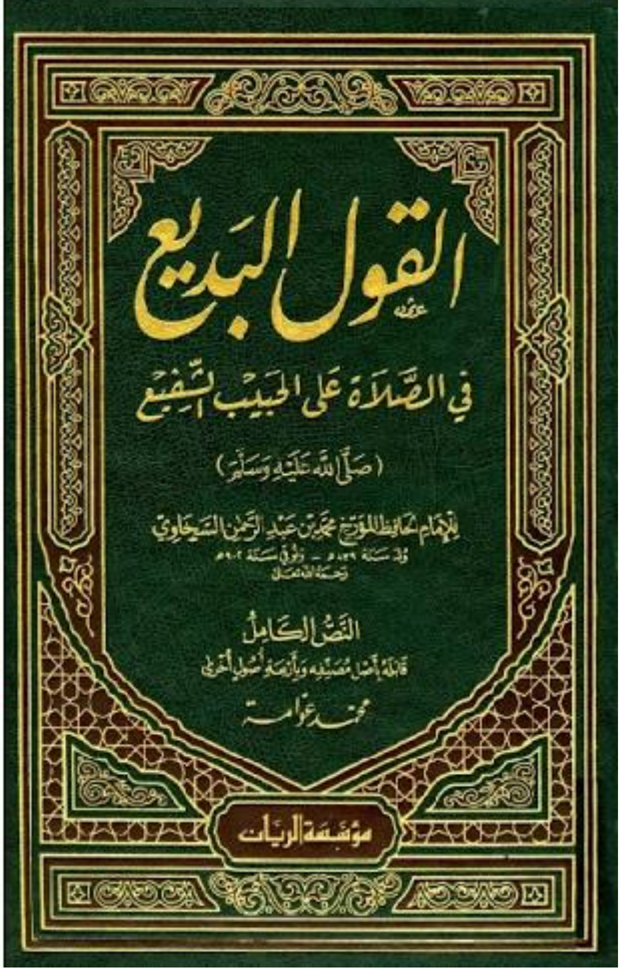

امام ابو بکر شبلیؒ جیسے شیخ طریقت اور متبع سنت بزرگ کا ابن منصورؒ کے حال کو اپنے حال سے تعبیر کرنا ابن منصورؒ کی بے گناہی اور ان کے ولی کامل ہونے کی بہت بڑی گواہی ہے۔

۴۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ (متوفی ۳۷۵ھ) نے ابن منصورؒ کو موحد تسلیم کیا ہے

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۶۹۹ پر لکھتے ہیں: ”محمد بن حسین نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن محمد نصر آبادی سے سنا جب کہ ان پر حلّاج کا ایک کلام روح کے متعلق نقل کرنے پر عتاب کیا گیا۔ انہوں نے عتاب کرنے والے سے فرمایا، کہ انبیاء وصدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو حلّاج ہی ہے“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۹)

عنه وأنتَ في بَدْء أمرك، وأما الآن وقد تأكّدَ الحالُ بيننا، فالأمرُ فيه ما سمعتَ.

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النَّصراباذي، وعُوتِبَ في شيء حكى عنه، يعني عن الحَلاّج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النَّبيين والصِّدِّيقين موحِّدٌ فهو الحَلاّج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشِّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلاّ أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشِّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهكَ عن العالمين؟

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعت جعفر بن أحمد يقول: سمعتُ أبا بكر بن أبي سَعْدان يقول: الحُسين ابن منصور مُمَوِّهٌ مُمَخْرِقٌ.

قال أبو عبدالرحمن: وحُكِيَ عن عَمرو المكّي أنه قال: كنتُ أُماشيه في بعضِ أزِقَّة مكَّة، وكنتُ أقرأُ القرآن فسمعَ قِراءتي، فقال: يمكنني أن أقولَ مثلَ هذا، فَفارَقتُهُ.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: الناس فيه، يعني في الحُسين بن منصور، بين قبول ورَدّ، ولكن سمعتُ محمد بن يحيى الرّازي يقول: سمعتُ عَمرو بن عُثمان يَلعنُهُ ويقول: لو قَدَرتُ عليه لقَتَلتُه بيدي، فقلت: أيش الذي وجد الشيخ عليه؟ قال: قرأتُ آيةً من كتاب الله، فقال: يُمكنني أن أؤلف مثله وأتكلّم به.

قال: وسمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: سمعتُ أبا يعقوب الأقطع يقول: زَوّجتُ ابنَتي من الحُسين بن منصور لما رأيتُ من حُسنِ طَريقَتِهِ واجتهادِهِ، فبانَ لي بعد مدّةٍ يسيرةٍ أنّه ساحرٌ مُحتالٌ، خبيثٌ كافرٌ.

٦٩٩

شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ صوفی بزرگ بھی ہیں اور ان کو ائمہ محدثین نے ثقات وحافظ حدیث میں بھی شمار کیا ہے۔

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”ابراہیم بن محمد بن احمد بن محمویہ، ابو القاسم نصر آبادی نیساپوری صوفی ثقہ، حدیث کے بڑے عالم اور کثیر الروایت ہیں“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۷، ص۱۰۷)

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ”امام المحدث، مبلغ، صوفیوں کے شیخ ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن احمد بن محمویہ الخراسانی نصر آبادی نیساپوری پرہیز گار عبادت گزار تھے“۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۲۶۳)

آگے لکھتے ہیں کہ: ”ابراہیم بن محمد نصر آبادی کہتے ہیں انبیاء وصدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو حلّاج ہی ہے“۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۲۶۵)

ابو القاسم نصر آبادیؒ کا حسین بن منصورؒ کو موحد کامل قرار دینا اور ان کے اقوالِ موحشہ موہمہ کو غلبۂ انوار توحید سے سرشار سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان پر لگائے گئے تمام الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں اور ابن منصورؒ ولی اللہ میں سے ہیں۔

۵۔ امام ابو القاسم عبد الکریم القشیریؒ (متوفی ۴۶۵ھ) کی ابن منصورؒ کے بارے میں رائے

امام ابو القاسم القشیریؒ نے اپنے رسالہ قشیریہ کے مقدمہ میں مشائخ صوفیہ کے عقائد کے متعلق دعوٰی کیا ہے کہ وہ بالکل کتاب وسنت کے موافق اور سلف صالحین کے مطابق ہیں اور دلیل میں جہاں دیگر اجلہ صوفیہ وائمہ طریق کے اقوال بیان کئے ہیں وہیں حسین بن منصورؒ کے توحید وصفات باری تعالٰی کے بارے میں کہے گئے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہے کہ امام قشیریؒ کے نزدیک ابن منصورؒ بھی مشائخ صوفیہ میں سے ہیں۔

الإمام أبي المواهب عبد الوهاب بن أحمد بن علی الأنصاری الشافعی المشهور بالشعرانیؒ فرماتے ہیں کہ: "امام قشیری نے ابن منصور کے تزکیہ (اور تبریہ) کی طرف اشارہ کردیا ہے کیونکہ انہوں نے ابن منصور کے عقیدہ کو عقائد اہلسنت کے ساتھ اپنی کتاب کے شروع میں بیان کرکے باب حسن ظن کا افتتاح کیا ہے۔ پھر مروان طریق کے پیچھے بھی ان کا ذکر کیا کیونکہ ان کے متعلق کچھ سے کچھ کہا گیا ہے"۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی: ج ۱، ص ۱۹۵)

- ۱۹۵ -

الثقفی یحزمه ویبجله ویرفع مقداره مات بنیسابور سنة تسع وعشرین وثلاثمائة.
ومن كلامه ﷺ لا خیر فی فقیر لم یذق ذل الكاسب وذل الرد، وكان ﷺ یقول من رفع ظل نفسه عن نفسه عاش الناس فی ظله.

وكان یقول عبر بلسانك عن حالك ولا تكن بكلامك حاكیا لأحوال غیرك. وكان یقول إذا لم تنتفع أنت بعلمك فكیف ینتفع به غیرك وكان یقول من التزم شیئا لا یحتاج إلیه ضیع من أحواله ما یحتاج الیه ولا بد منه، وكان یقول لم یضیع أحد من الفقراء فریضة من الفرائض إلا ابتلاه الله بتضییع السنن، ولم یبتل أحد من الفقراء بتضییع السنن إلا اوشك أن یبتلی بالبدع، وكان یقول لا یجتمع التسلیم والدعوى لأحد بحال.

وكان یقول لو صح لعبد فی عمره نفس واحد من غیر ریاء ولا شرك لأثر بركات ذلك علیه إلى اخر الدهر. وكان یقول لم تظهر دعوى العبودیة وتضمر اوصاف الربوبیة وكان یقول من احتجت إلى شیء من علومه فلا تنظر إلى شیء من عیوبه فإن نظرك إلى عیوبه یحرمك بركة الانتفاع بعلومه وكان یقول افضل اوقاتك وقت یسلم الناس فیه من سوء ظنك ﷺ.

۲۰۹۔ ومنهم أبو مغیث الحسین بن منصور الحلاج رحمه الله تعالى:

وهو من أهل بیضاء فارس ونشأ بواسط العراق، صحب الجنید والنوری وعمرو بن عثمان المكی والفوطی وغیرهم رحمهم الله أجمعین. والمشایخ فی أمره مختلفون رده اكثر المشایخ ونفوه وابوا أن یكون له قدم فی التصوف، وقبله بعضهم منهم ابو العباس بن عطاء ومحمد بن حنیف وابو القاسم النصر اباذی واثنوا علیه وصححوا حاله وحكوا عنه كلامه وجعلوه أحد المحققین حتى كان محمد بن حنیف یقول الحسین بن منصور عالم ربانی قتل رحمه الله تعالى ببغداد بباب الطاق یوم الثلاثاء لست بقین من ذی القعدة سنة تسع وثلاثمائة.

قلت ورأیت فی تاریخ ابن خلكان ما نصه: قتل الحسین الحلاج ولم یثبت علیه ما یوجب القتل ﷺ وقد اشار القشیری إلى تزكیته حیث ذكر عقیدته مع عقائد اهل السنة أول الكتاب فتحا لباب حسن الظن به ثم ذكره فی اواخر الرجال لأجل ما قیل فیه وقد تقدم بسط ذلك فی مقدمة الكتاب والله تعالى أعلم.

امام قشیریؒ کا درجہ علم ظاہر وباطن میں جس قدر بلند ہے۔ وہ صوفی بزرگ بھی ہیں اور محدث بھی، عالم فاضل بھی ہیں اور عارف کامل بھی۔

ان کی ولادت ۳۷۶ھ میں ہوئی اور وفات ۴۶۵ھ میں، تو ان کا زمانہ بھی ابن منصورؒ کے زمانے سے بہت قریب کا ہے۔

حافظ ابن اثیرؒ امام قشیریؒ کی جلالت شان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ: "امام قشیری، فقیہ، اصولی، مفسر، کاتب اور گوناگو اوصاف حسنہ سے متصف تھے"۔ (ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، الکامل فی التاریخ: بیروت، ج ۱۰، ص ۸۸)

فقر و تصوف میں آپ کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”قشیری اپنے زمانے میں اقلیم تصوف کے بے تاج بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخت ترین ریاضت و مجاہدہ کی ہمت ارزانی فرمائی۔ آپ پاکیزہ نفس، نفیس اشارات و نکات کے ذریعے معانی کی یہہ تک پہنچ جانے والے نکتہ رس تھے“۔ (تاریخ اسلام للذہبی: ص ۱۷۲)

امام ذہبیؒ خطیب بغدادیؒ کا قول رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آپ ثقہ اور واعظ خوش بیان تھے اور نفیس اشارات و نکات بیان کرتے“۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۸، ص ۲۳۰)

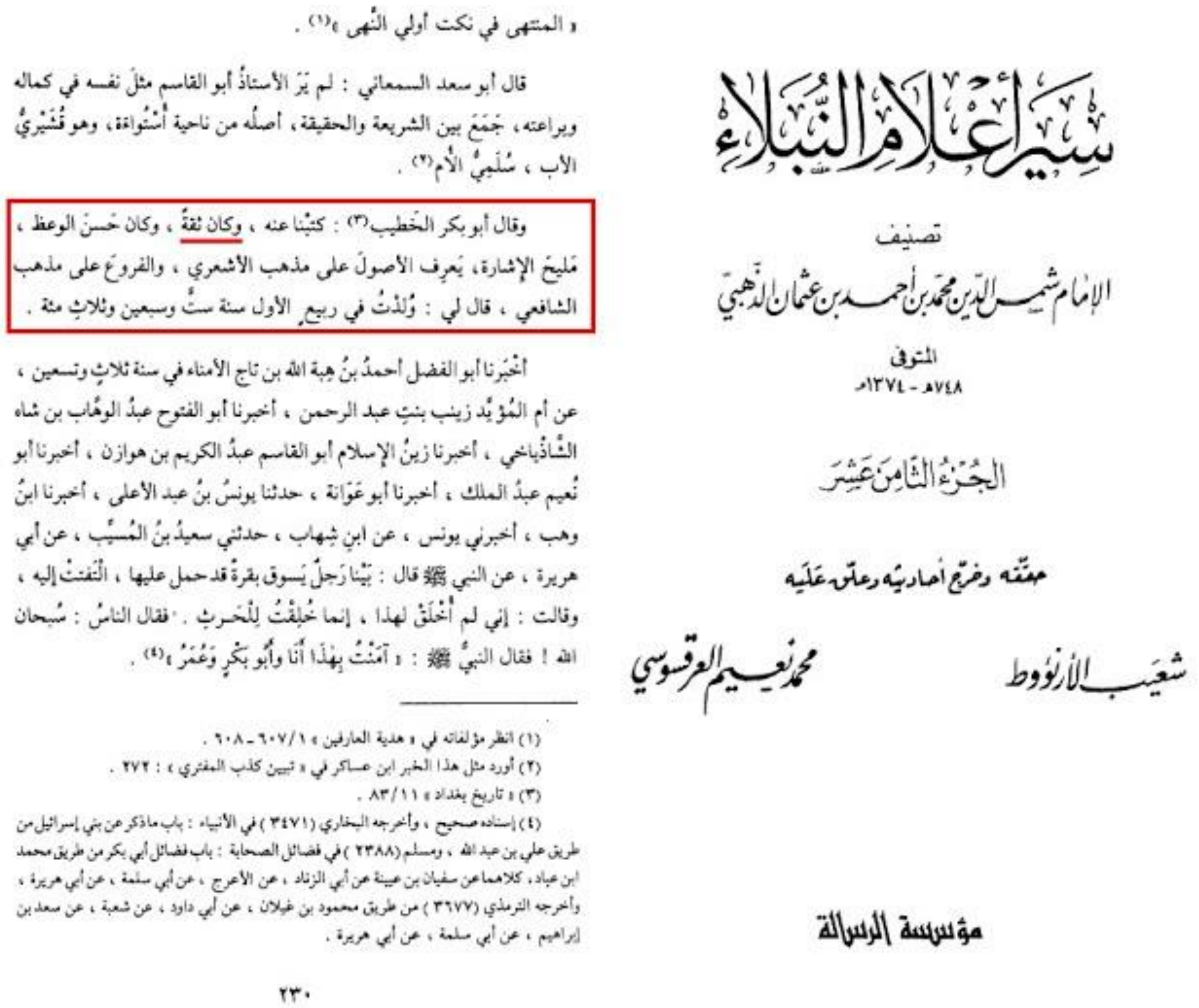

سير أعلام النبلاء

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى
٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الثامن عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

« المنتهى في نكت أولي النهى »(١) .

قال أبو سعد السمعاني : لم يَرَ الأستاذُ أبو القاسم مثلَ نفسه في كماله وبراعته، جَمَعَ بين الشريعة والحقيقة، أصلُه من ناحية أُسْتُواءة، وهو قُشَيْرِيُّ الأب، سُلَمِيُّ الأم(٢) .

وقال أبو بكر الخَطيب(٣) : كتبْنا عنه ، وكان ثقةً ، وكان حَسَنَ الوعظ ، مَليحَ الإشارة، يَعرِف الأصولَ على مذهب الأشعري ، والفروعَ على مذهب الشافعي ، قال لي : وُلِدْتُ في ربيعٍ الأول سنة ستٍّ وسبعين وثلاثِ مئة .

أخْبَرنا أبو الفضل أحمدُ بنُ هِبة الله بن تاج الأمناء في سنة ثلاثٍ وتسعين ، عن أم المُؤيِّد زينب بنتِ عبد الرحمن ، أخبرنا أبو الفتوح عبدُ الوهَّاب بن شاه الشَّاذْياخي ، أخبرنا زينُ الإسلام أبو القاسم عبدُ الكريم بن هوازن ، أخبرنا أبو نُعيم عبدُ الملك ، أخبرنا أبو عَوَانة ، حدثنا يونسُ بنُ عبد الأعلى ، أخبرنا ابنُ وهب ، أخبرني يونس ، عن ابن شِهاب ، حدثني سعيدُ بنُ المُسَيَّب ، عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : بَيْنا رَجلٌ يَسوق بقرةً قد حمل عليها ، الْتَفتتْ إليه ، وقالت : إني لم أُخلَقْ لهذا ، إنما خُلِقْتُ لِلْحَرثِ . فقال الناسُ : سُبحان الله ! فقال النبيُّ ﷺ : « آمَنْتُ بِهذا أنا وأبو بكرٍ وعُمَرُ »(٤) .

(١) انظر مؤلفاته في « هدية العارفين » ١/٦٠٧-٦٠٨ .
(٢) أورد مثل هذا الخبر ابن عساكر في « تبيين كذب المفتري » : ٢٧٢ .
(٣) « تاريخ بغداد » ١١/٨٣ .
(٤) إسناده صحيح ، وأخرجه البخاري (٣٤٧١) في الأنبياء : باب ماذكر عن بني إسرائيل من طريق علي بن عبد الله ، ومسلم (٢٣٨٨) في فضائل الصحابة : باب فضائل أبي بكر من طريق محمد ابن عباد ، كلاهما عن سفيان بن عيينة عن أبي الزناد ، عن الأعرج ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة ، وأخرجه الترمذي (٣٦٧٧) من طريق محمود بن غيلان ، عن أبي داود ، عن شعبة ، عن سعد بن إبراهيم ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة .

٢٣٠

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”قشیری ۴۴۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور حدیثوں کی روایت کی، ہم نے بھی ان سے حدیثیں لکھیں، آپ ثقہ تھے“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج ۱۲، ص ۳۶۶)

امام سبکیؒ لکھتے ہیں: ”آپ کی مجلس وعظ و نصیحت کے بارے میں آپ کے معاصرین کا اجماع ہے کہ آپ اس فن میں عدیم النظیر تھے“۔ (الطبقات شافعیۃ الکبریٰ: ج ۳، ص ۱۵۳)

طبقات الشافعية الكبرى

لتاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي

٧٢٧ — ٧٧١ هـ

تحقيق

محمود محمد الطناحي — عبد الفتاح محمد الحلو

الجزء الخامس

روى عنه ابنه عبد المنعم ، وابن ابنه أبو الأسعد هبة الرحمن ، وأبو عبد الله الفُراوِيّ ، وزاهر الشَّحَّامِيّ ، وعبد الوهّاب بن شاه الشاذِياخِيّ[1] ، ووجيه الشَّحّامِيّ ، وعبد الجبار الخُوارِيّ ، وخلق .

وروى عنه من القدماء أبو بكر الخطيب ، وغيره .

ووقع لنا الكثير من حديثه .

وأخذ الفقه عن أبي بكر محمد بن بكر الطُّوسِيّ ، وعِلْمَ الكلام عن الأستاذ أبي بكر ابن فُورَك .

واختلف أيضا يسيرا إلى الأستاذ أبي إسحاق[2] .

وأخذ التصوف عن أستاذه أبي عليّ الدقّاق .

وكان فقيهاً بارعاً أصوليًّا ، محقِّقًا متكلِّما ، سُنِّيا محدِّثا ، حافظا ، مفسِّرا ، متفنِّنا ، نحويا لغويا ، أديبا كاتبا شاعرا ، مليح الخطّ جدا ، شجاعا بطلا ، له في الفُروسية واستعمال السلاح [illegible] الجميلة .

أجمع أهل عصره على أنه سيِّدُ زمانه ، وقدوةُ وقته ، وبركةُ المسلمين في ذلك العصر .

قال الخطيب : حدَّث ببغداد ، وكتبنا عنه ، وكان ثقة ، وكان يعظ ، وكان حسن الوعظة ، مليح الإشارة ، وكان يعرف الأصول على مذهب الأشعريّ ، والفروع على مذهب الشافعيّ .

وقال[3] عبد الغافر بن إسماعيل فيه : الإمام مطلقا ، الفقيه المتكلّم الأصولي ، المفسِّر الأديب النحوي ، الكاتب الشاعر ، لسان عصره وسيِّدُ وقته ، وسرُّ الله بين خلقه ،

(١) في المطبوعة : « الشادياخي » وأهمل الإعجام في س ، د . وأثبتنا الصواب من اللباب ٢/٣ . وسبق الكلام على هذه النسبة في الجزء الرابع ٣٩٤ . وقال صاحب اللباب : « هذه النسبة إلى موضعين أحدهما على باب نيسابور مثل قرية متصلة بالبلد ... ينسب إليها أبو بكر شاه بن أحمد بن عبد الله الشاذياخي الصوفي من أهل الدين ، مشهور بخدمة أبي القاسم القشيري » .

(٢) الإسفرايني . كذا في التبيين ٢٧٣ . (٣) كلام عبد الغافر هذا بحروفه في التبيين . وقد

٦۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ (متوفی ۵۶۱ھ) کی ابن منصورؒ کے بارے میں رائے

ابن منصورؒ کو معذور ماننے والے چھٹے بزرگ شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ’’حسین بن منصور حلّاج کو (طریق میں) ایک دشواری پیش آگئی تھی تو ان کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ لیتا (اور سلامتی کے ساتھ اس دشواری سے نکال دیتا)، اور میں اپنے اصحاب و مریدین اور محبین میں سے ہر اس شخص کا ہاتھ پکڑنے والا ہوں جسکی سواری کو ٹھوکر لگ جائے‘‘۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی: ج۱، ص۲۲۷)

- ٢٢٧ -

٢٤٨ـ ومنهم أبو صالح سيدى عبد القادر الجيلى رضى الله تعالى عنه:

وهو ابن موسى بن عبد الله بن يحيى الزاهد بن محمد بن داود بن موسى بن عبد الله بن موسى الجون بن عبد الله المحض بن الحسن المثنى بن الحسن بن على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنهم أجمعين ولد ﷺ سنة سبعين وأربعمائة وتوفى سنة إحدى وستين وخمسمائة ودفن ببغداد رضى الله تعالى عنه وقد افرده الناس بالتاليف ونحن نذكر إن شاء الله تعالى ملخص ما قالوه مما به نفع وتأديب للسامع فنقول وبالله التوفيق: كان ﷺ يقول: عثر الحسين الحلاج فلم يكن فى زمنه من يأخذ بيده وأنا لكل من عثر مركوبه من أصحابى ومريدى ومحبى إلى يوم القيامة آخذ بيده يا هذا فرسى مسرج ورمحى منصوب وسيفى شاهر وقوسى موتر أحفظك وأنت غافل وحكى عن أمه رضى الله عنها.

وكان لها قدم فى الطريق أنها قالت لما وضعت ولدى عبد القادر كان لا يرضع ثديه فى نهار رمضان ولقد غم على الناس هلال رمضان فأتونى وسألونى عنه فقلت لهم إنه لم يلتقم اليوم له ثديا ثم اتضح أن ذلك اليوم كان من رمضان واشتهر ببلدنا فى ذلك الوقت أنه ولد للأشراف ولد لا يرضع فى نهار رمضان وكان ﷺ يلبس لباس العلماء ويتطيلس ويركب البغلة وترفع الغاشية بين يديه ويتكلم على كرسى عال.

وكان ﷺ يقول بقيت أياما كثيرة لم استطعم فيها بطعام فلقينى إنسان أعطانى صرة فيها دراهم فأخذت منها خبزا سميذا وخبيصا فجلست آكله فإذا برقعة مكتوب فيها قال الله تعالى فى بعض كتبه المنزلة: إنما جعلت الشهوات لضعفاء خلقى ليستعينوا بها على الطاعات أما الأقوياء فما لهم وللشهوات فتركت الأكل وانصرفت.

وكان ﷺ يقول: إنه لترد على الأثقال الكثيرة لو وضعت على الجبال تفسخت فإذا كثرت على الأثقال وضعت جنبى على الأرض وتلوت ﴿ إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ﴾[1] ثم ارفع رأسى وقد انفرجت عنى تلك الأثقال. وكان ﷺ يقول قاسيت الأهوال فى بدايتى فما تركت هولا إلا ركبته وكان لباسى جبة صوف وعلى رأسى خريقة

(١) أمر الإسلام أتباعه أن يأخذوا بالأسباب، وما ذكر أعلاه تأويل غير صحيح للآية. فللمسافر أن يتخذ وسيلة للسفر إلا إذا عجز واضطر إلى أن يمشى ناعيا الويل من بعينه ويقوبه.

الطبقات الكبرى

المسمى لواقح الأنوار القدسية فى مناقب العلماء والصوفية

للعارف بالله الإمام عبد الوهاب الشعرانى

تحقيق وضبط

أ.د./ أحمد عبد الرحيم السايح — المستشار/ توفيق على وهبة

الجزء الأول

الناشر

مكتبة الثقافة الدينية

۷۔ شیخ فرید الدین عطارؒ (متوفی ۵۴۰ھ) کی ابن منصورؒ کی حمایت

ابن منصورؒ کو ماننے والے ساتویں بزرگ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ان کا ذکر جمیل بہت عمدہ طریقے سے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

شیخ فرید الدین عطارؒ کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ مولانا رومی آپ کی شان میں فرماتے ہیں:

ہفت شہر عشق را عطار گشت — ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اور مثنوی مولوی معنوی میں ان کا کلام بطور حجت کے لاتے ہیں اور اس کی شرح فرماتے ہیں۔

۸۔ مولانا رومیؒ (متوفی ۶۷۲ھ) کی ابنمنصور کی مدح و ثنا کرنا

ابن منصورؒ کو ماننے والے آٹھویں بزرگ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ ہیں۔ آپ نے مثنوی مولوی معنوی میں ان لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا ہے جنہوں نے ابن منصورؒ کو ناحق سولی دی، چنانچہ فرماتے ہیں:

چون قلم در دست غدارے بود — لاجرم منصور بر دارے بود

جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو گا — تو لا محالہ منصور سولی پر ہو گا

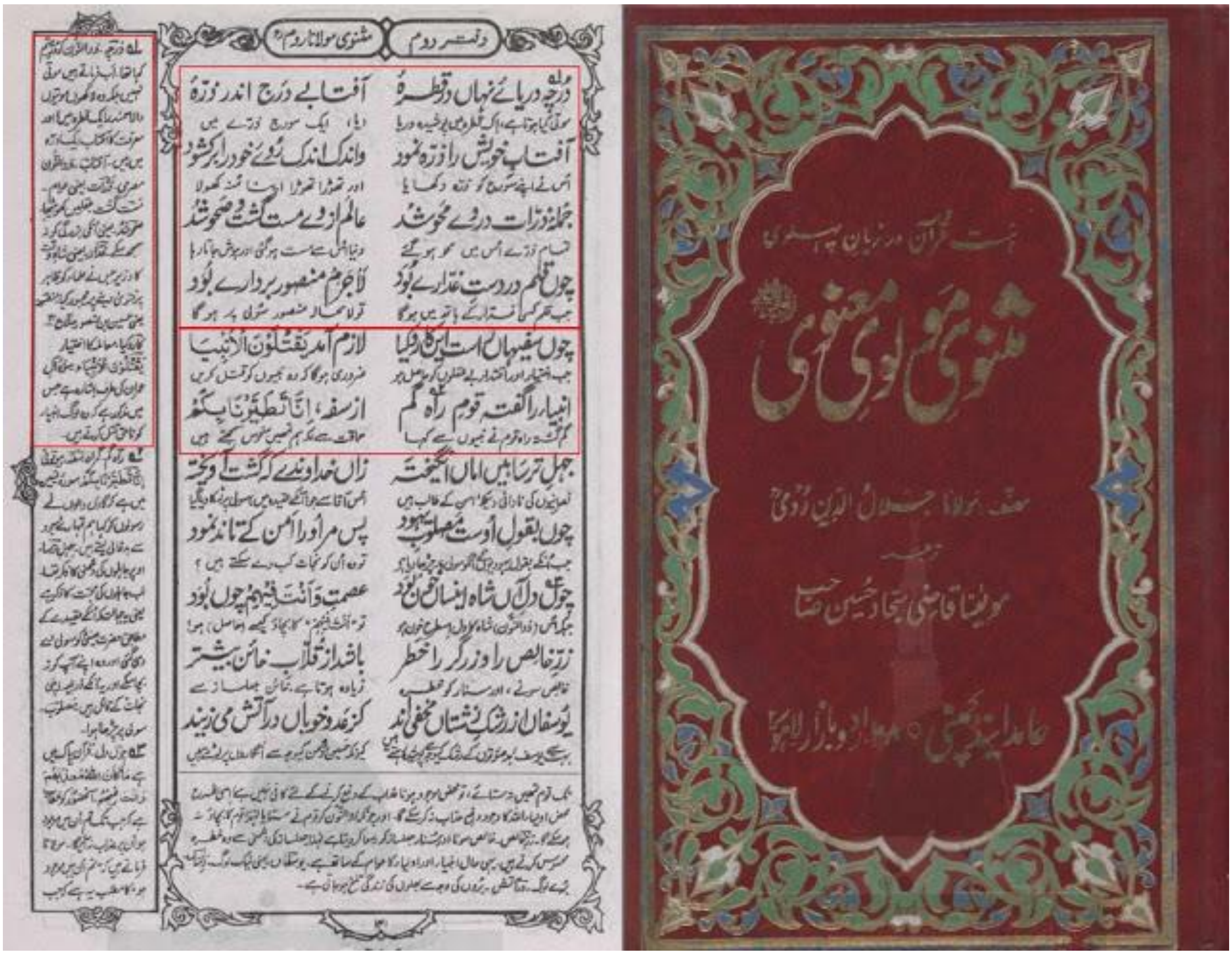

اس میں غدار سے مراد وزیر حامد العباس ہے جو ابن منصور کا دشمن ہو گیا تھا، جس نے علماء کو ان کی تکفیر پر مجبور کیا۔ نیز ابن منصور کی مدح میں مزید فرماتے ہیں کہ:

بود انا الحق در لب منصور نور　　　　بود انا اللہ در لب فرعون زور

"انا الحق" منصور کے لب پر نور تھا　　　　"میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

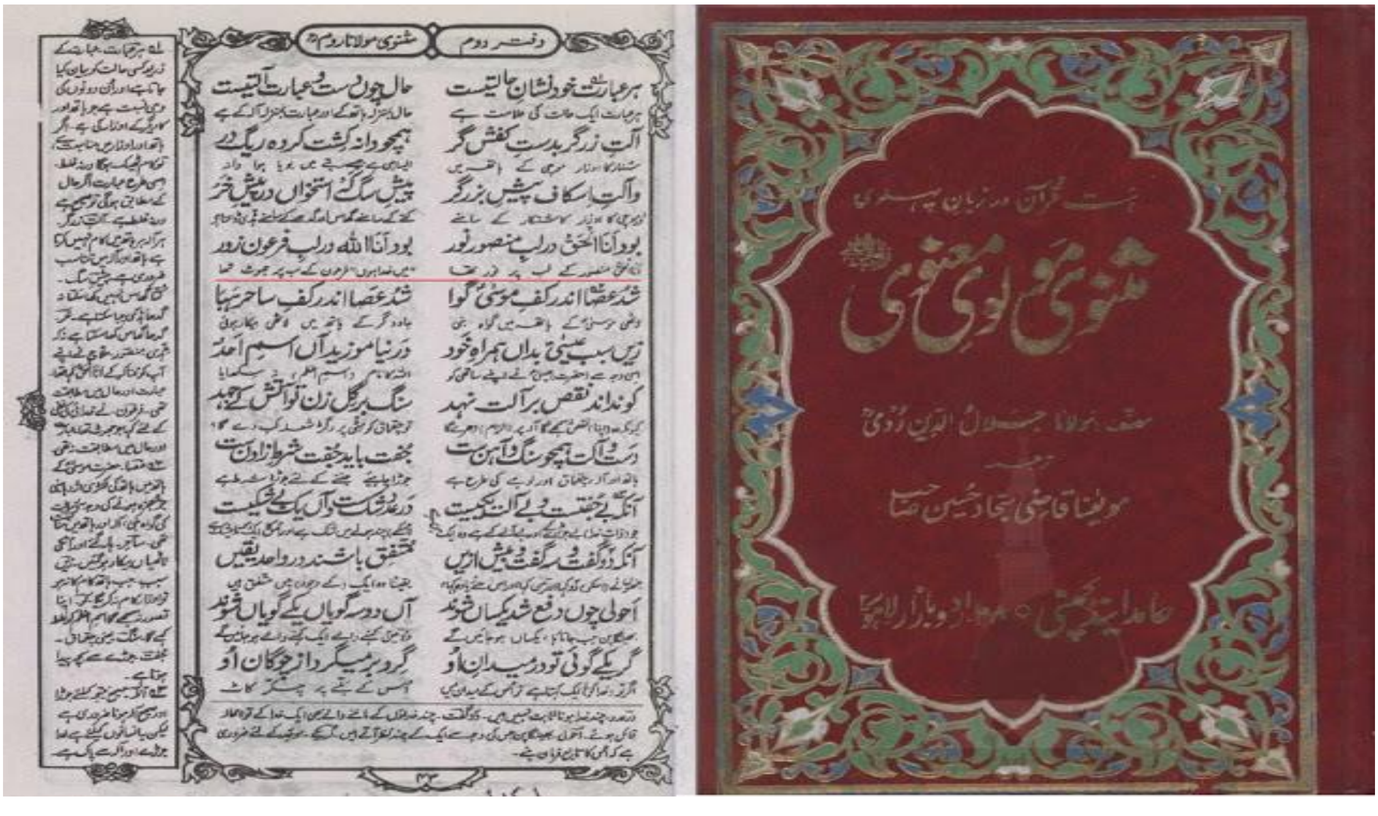

آن انا منصور، را رحمت بُده — ایں انا فرعون، را لعنت بُده

وہ انا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا — یہ انا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا

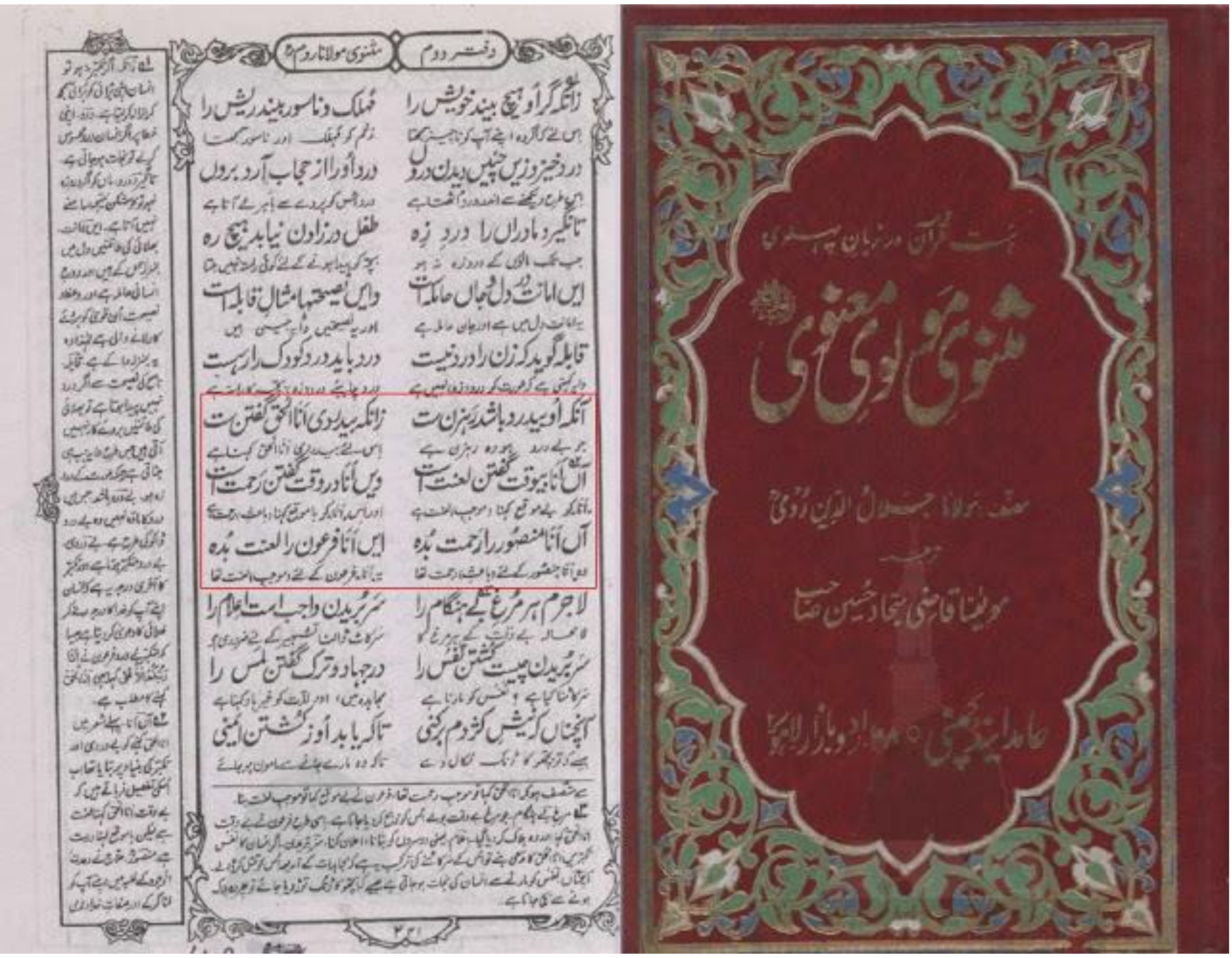

گفت فرعونے "انا الحق"، گشت پست — گفت منصورے "انا الحق" و برَست

کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا — کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے

آن انا را لعنہ اللہ، در عقب — ویں انا را رحمہ اللہ، اے محب

اس انا کے لئے اللہ تعالیٰ کی لعنت در پے ہے — اور یہ انا اے دوست! اللہ کی رحمت ہے

دفتر پنجم — مثنوی مولانا روم

گفت فرعونے انا الحق گشت پست — گفت منصورے انا الحق و برست

کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا — کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب — ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب

اس انا کے لئے اللہ تعالیٰ کی لعنت در پیچھے ہے — اور یہ انا اے دوست اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

زانکہ او سنگ سیہ بُد ایں عقیق — آں عدوئے نور بُود و ایں عشیق

ایں انا ہو بود در سر اے فضول — ز اتحادِ نور نہ از راہِ حلول

جہد کن تا سنگیت کمتر شود — تا بلعلی سنگ تو انور شود

صبر کن اندر جہاد و در عنا — دم بدم می بیں بقا اندر فنا

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود — وصفِ لعلی در تو محکم میشود

وصفِ ہستی میرود از پیکرت — وصفِ مستی میفزاید در سرت

سمع شو یکبارگی تو گوشوار — تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار

ہمچو چہ کن خاک می کن گر کسی — زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی

گر رسد جذبِ خدا آبِ معیں — چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں

کار کن میکن تو و کاہل مباش — اندک اندک خاک چہ را میتراش

۲۰۸

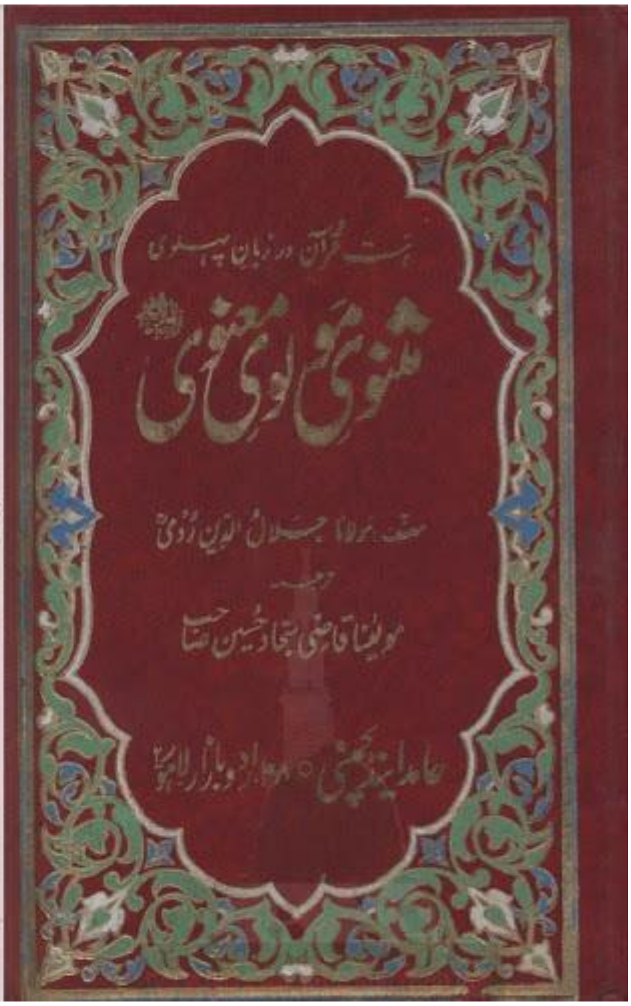

مولانا رومیؒ کی جلالت شان علمائے ظاہر اور علمائے باطن دونوں کے نزدیک مسلم ہے، ان کا ابن منصور کو ماننا اور مدح وثنا کرنا، ابن منصورؒ کے صوفی، عارف ومقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

۹۔ شیخ الاکبر ابن عربیؒ (متوفی ۶۳۸ھ) کی ابن منصور سے عقیدت

نویں بزرگ جنھوں نے ابن منصورؒ کی بڑی تعظیم کی وہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ ہیں۔ لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ کا تنقیدی قول اس کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ "ابن عربیؒ صاحب الفصوص حسین بن منصورؒ کی بہت تعظیم کرتے اور اور جنید میں کلام کرتے تھے"۔ (لسان المیزان: ج ۲، ص ۳۱۵)

شیخ ابن عربیؒ کا درجہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک تو بہت بلند ہے، علمائے ظاہر بھی ان کی جلالت شان کے معترف ہیں۔ لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ نے حافظ ذھبیؒ کی جرح کو رد کر کے بہت سے محدثین کے اقوال انکی توثیق وتعدیل میں نقل کئے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن النجار وابن نقطہ وابن العدیم اورزکی مندری وابن الابار وغیرہم کے اقوال ان کی مدح وثنا میں چار صفحات کے اندر بیان کئے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۵، ص ۳۱۵-۳۱۲)

فرقہ اہلحدیث کے عالم جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب التاج المکلل میں شیخ ابن عربی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "شیخ ابن عربی میں اتنی خوبیاں ہیں کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں اور وہ اللہ کی مابین دلیل اور کھلی نشانی ہیں۔ اور ان کی اتنی کرامات ہیں جنھیں کئی جلدوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا"۔ (التاج المکلل: ص ۱۶۸)

فرقہ اہلحدیث کے عالم جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب التاج المکلل میں شیخ ابن عربی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "شیخ ابن عربی میں اتنی خوبیاں ہیں کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں اور وہ اللہ کی مابین دلیل اور کھلی نشانی ہیں۔ اور ان کی اتنی کرامات ہیں جنہیں کئی جلدوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا"۔ (التاج المکلل: ص ۱۶۸)

ذلك منهم في حال السكر والغيبة، والسكران سُكراً مباحاً غيرُ مؤاخذ، ولا مكلّف، انتهى حاصله وله ببلاد اليمن والروم صيتٌ عظيم، وهو من عجائب الزمان، وأثنى عليه الشيخ محمد بن سعد الكشني، قال المَقَّرِي في «نفح الطيب»: الشيخ الأكبر، ذو المحاسن التي تبهر، الصوفي، الفقيه المشهور، الظاهري، ثم أطنب في ترجمته والثناء عليه من أهل العلم، وذكر نبذة من أشعاره الرائقة، منها قوله:

ما فازَ بالتوبةِ إلا الذي قد تابَ قِدْماً والورَى نُوَّمْ
فمنْ يتبْ أدركَ مطلوبَهُ من توبةِ الناسِ ولا يعلَمْ

قال: وله من المحاسن ما لا يستوفى. وبالجملة: فهو حجة الله الظاهرة، وآيته الباهرة، أما كراماته، فلا تحصرها مجلدات. قال الشعراني: وقولُ المنكرين في حقه مثلُ غُثاء وهباء لا يُعبأ به. وبنى السلطان سليم خان على قبره مدرسة عظيمة، ورتب له الأوقاف. قال المَقَّرِي: وقد زرتُ قبره، وتبركت به مراراً، ورأيتُ لوائح الأنوار عليه ظاهرة، ولا يجد منصف محيداً إلى إنكار ما يشاهد عند قبره من الأحوال الباهرة.

وكان يحدِّث بالإجازة العامة عن الحافظ السِّلَفي، وأثنى عليه الإمام الصفي بن ظافر الأزدي في «رسالته»، وذكر له النعمان أفندي في «الروضة الغناء» ترجمة جميلة موجزة، وقال: إمام الصوفية، ورب طريقهم. ولد بمرسية سنة ٥٦٠، وكان مسكنه في دمشق، وظهوره فيها، وبها نشر علومه، توفي في دمشق سنة ٦٣٨، ألف في مناقبه ومواهبه الشيخ عبد الغني النابلسي مؤلفاً حسناً سماه: «السر المختبي في ضريح ابن عربي»، وألف فيه أيضاً كتاباً جليلاً سماه: «الرد المتين على منتقص العارف محيي الدين»، والقوم لا ينقطعون عن زيارة الشيخ، يعتبرونه من أعظم أولياء، وفي كل يوم جمعة ترى مثاباً من الناس حول ضريحه للصلاة والزيارة، انتهى.

قلتُ: والمذهب الراجح فيه على ما ذهب إليه العلماء المحققون الجامعون بين العلم والعمل والشرع والسلوك: السكوتُ في شأنه، وصرفُ كلامه

١٦٨

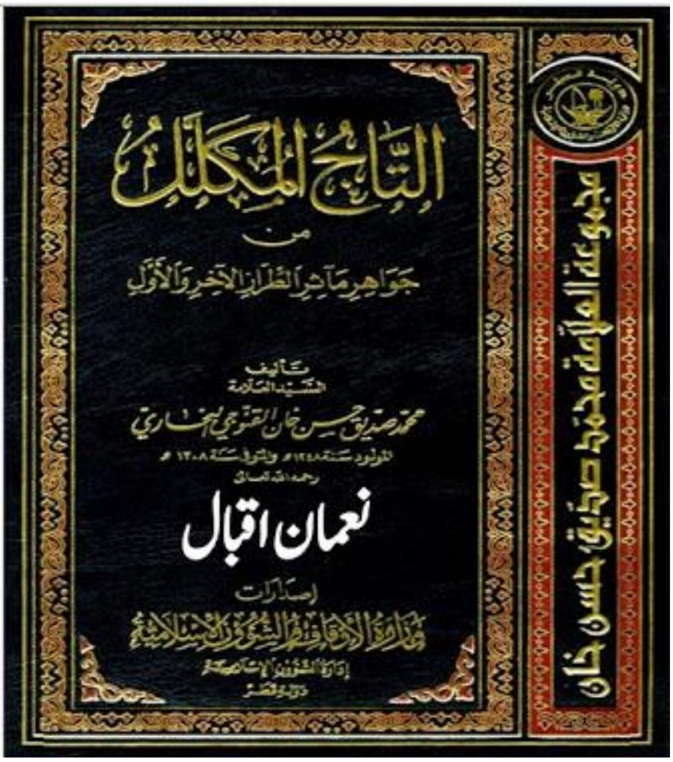

۱۰۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) نے ابن منصورؒ کو اپنی کتاب میں اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے

ابن منصورؒ کو ماننے والے دسویں بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ شافعی ہیں جو اپنے وقت میں علوم ظاہر و باطن کے مسلم امام تھے۔ آپ نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں جو طبقات صوفیہ کے لئے مخصوص ہے ابن منصورؒ کو اولیاء اللہ میں شمار کیا اور ان کے عارفانہ اقوال سے تصریح کر دی ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ابن منصورؒ صوفیائے کرام میں سے تھے۔

طبقات امام شعرانی ﴿۷۳﴾ برکاتِ روحانی (اردو ترجمہ)

ہوتے تو ہمیں گفتگو کی ضرورت ہی نہیں تھی اور لوگوں نے ان کے بارے بہت اختلاف کیا ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ انہیں حلاج اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کپاس بیچنے والے کی دکان پر بیٹھے تھے اور وہاں بیٹھے بغیر کپاس کا شاک تھا دکاندار کسی کام کے لئے چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ تمام کپاس بیلی ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا آپ موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور اس کے برعکس پیش کیا کرتے اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلاتے اور واپس لاتے تو دراہم سے بھرا ہوتا آپ انہیں دراہم قدرت کا نام دیتے۔

حلاج کے قتل کا سبب اور واقعہ

آپ کا قتل کسی ایسے امر کی وجہ سے نہ تھا جو کہ قتل کا موجب ہو صرف وزیر نے آپ کے خلاف سازش کی جب آپ کو کمرہ عدالت میں کئی بار لایا گیا اور آپ سے خلاف شرع کچھ بھی ثابت نہ ہوا تو اس نے کہا کہ کیا اس کی تصنیفات ہیں کہا گیا کہ ہیں پس انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے اس کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ انسان جب حج کرنے سے عاجز ہو جائے تو چاہیے کہ اپنے گھر کا ایک بالا خانہ پاک صاف کر کے اس کا طواف کرے گویا اس نے حج کر لیا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کا یہ قول صحیح ہے یا کیا۔ پس قاضی نے آپ کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کتاب آپ کی تصنیف ہے؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپ نے اسے کس سے لیا ہے فرمایا حسن بصری سے اور حلاج کو یہ معلوم نہیں کہ ان کی کتاب میں جعل سازی کی گئی ہے تو قاضی نے کہا کہ اے خون گرائے جانے کے لائق انسان! تو نے جھوٹ کہا حسن بصری کی کتابوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جب قاضی نے آپ کو مراق الدم یعنی خون گرائے جانے کے لائق کہہ کر خطاب کیا تو وزیر نے قاضی پر اس کلمہ سے دلیل قائم کی کہا کہ یہ کلمہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اس پر کفر کا فیصلہ کیا ہے اور قاضی سے کہا کہ اپنی قلم سے تکفیر کا حکم لکھ دیں لیکن قاضی نے ایسا لکھنے سے انکار کیا۔ لیکن وزیر نے دباؤ ڈالا تو اسے لکھ دیا۔ پس عوام اس وزیر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے وزیر کو اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا۔ اس نے اس مسئلہ میں خلیفہ سے بات کی تو اس نے حلاج کو سزا دینے کا حکم دیا اور ہزار کوڑا مارا گیا آپ نے ہائے تک نہ کی آپ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے پھانسی پر لٹکایا گیا پھر آگ میں جلا دیا گیا اور لوگوں میں آپ کے بارے میں اختلاف پڑ گیا کہ کیا یہ وہی ہے جسے پھانسی دی گئی یا اسے اٹھا لیا گیا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق واقعہ رونما ہوا۔

اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کا فتویٰ دیا گیا اور آپ کی کتاب "الاحیاء" کو جلا دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائی اور کتاب "الاحیاء" کو سونے کے پانی سے لکھا گیا اور امام غزالی پر انکار اور اعتراض کرنے والوں اور آپ کی کتاب کو جلانے کا فتویٰ دینے والوں میں سے قاضی عیاض اور ابن رشید ہیں تو جب غزالی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے قاضی عیاض کے لئے بددعا فرمائی اور جس دن بددعا کی اسی دن قاضی عیاض حمام کے اندر اچانک فوت ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ مہدی نے آپ کے قتل کا حکم صادر کیا کیونکہ آپ کے شہر والوں نے دعویٰ کیا کہ یہ یہودی ہے کیونکہ آپ ہفتہ کے دن باہر نہیں نکلتے تھے کیونکہ آپ کتاب الشفاء کی تصنیف ہفتے کے دن کرتے تھے تو امام غزالی کی دعا کی وجہ سے قاضی عیاض کو مہدی نے قتل کرا دیا۔ اور ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ کو آپ کے رفقاء سمیت بلاد مغرب سے نکال دیا گیا۔ پھر انہوں نے اسکندریہ کے نائب کو لکھا کہ تمہارے پاس

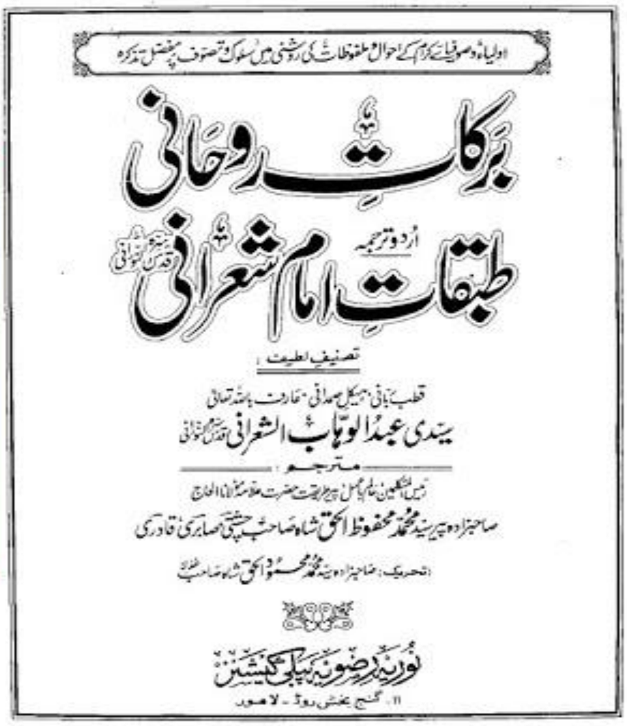

مندرجہ بالا دس بزرگ تو وہ ہیں جو علمائے ظاہر و باطن سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ عرب و عجم ان کی جلالت و شان کے معترف ہیں۔ ان حضرات میں سے ایک بزرگ کا بھی کسی کو ولی کامل کہہ دینا اس کی سعادت و کامیابی کی بڑی دلیل ہے۔ پھر جس کو یہ سب قبول کر لیں اس شخص کا کیا مقام ہو گا۔ ان کے علاوہ بھی مصر، شام اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام نے ابن منصور کو صوفیہ اور اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے جن کی فہرست طویل ہے۔ بہر حال ہم ان ہی دس ناموں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ مبہم و منقطع جرحوں اور باطل و کھوکھلے دعووں کے مدلل جوابات

ا۔ حافظ ذہبیؒ کی جرح کا جواب

حافظ ذہبیؒ نے اپنی جرح میں ابن منصورؒ پر جتنے بھی الزامات لگائے ہیں ان میں سے ایک الزام بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے جبکہ انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ”ابن منصورؒ کی ابتدائی حالت اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف کا اظہار کرتا تھا“۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: ”اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔۔۔ علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون (بہانا) جائز ہے“ جبکہ تمام روایات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وزیر حامد العباس نے حج کے مضمون کو جواز بناتے ہوئے قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لکھوایا تھا، حالانکہ حج کے مضمون میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے کسی کو کافر و زندیق قرار دیا جا سکے۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: ”پھر وہ دین (اسلام) سے نکل گیا، جادو سیکھا اور (استدراج کرتے ہوئے) خرق عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں“ جبکہ جادو سیکھنے والی پہلی روایت کی سند ابن باکویہ شیرازی، علی بن احمد شروانی اور اس کے باپ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے اور دوسری روایت کی سند میں علی بن محمد بن مزین صوفی اور ابو عبد الرحمٰن السلمی صوفی ہیں، تو سند میں بجز اسماعیل بن احمد حیری شیخ الخطیب کے اور کوئی محل نظر نہیں۔ انساب سمعانی میں ان کا بہت مختصر تذکرہ ملتا ہے جبکہ جرح و تعدیل کچھ مذکور نہیں۔ پھر ابو عبد الرحمٰن السلمی کے بارے میں تو زبیر علی زئی صاحب نے اپنی اسی تحریر میں خود اعتراف کیا ہے کہ ”ابو عبد الرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا“ تو پھر موصوف نے کس منہ سے حافظ ذہبیؒ کی اس جرح کو دلیل کے طور پر پیش کر دیا، جبکہ موصوف اپنی اسی تحریر میں ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۲۱ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ”الحدیث حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ الحدیث میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے“۔ الحمد للہ! زبیر علی زئی صاحب کا یہ باطل اور کھوکھلا دعویٰ تو ہم نے ابتداء میں ہی غلط ثابت کر دکھایا۔ حافظ ذہبیؒ کی مبہم، متشدد اور بلا دلیل جرح کی ایک اور اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ آپ آٹھویں صدی ہجری کے درمیانی دور سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حسین بن منصورؒ کے قتل کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں رونما ہوا، لہٰذا اس واقعہ کے چار سو سال بعد پیدا ہونے والے امام ذہبیؒ کی مبہم جرح ابن منصورؒ کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ، ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ اور امام ابو بکر شبلیؒ کی ابن منصورؒ کے حق میں دیگئی گواہی سے زیادہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی جرح کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا یہ کہنا کہ "اکثریت کے نزدیک وہ زندیق گمراہ (تھا) ہے" کسی ایک بھی مستند دلیل سے یہ بات ثابت نہ ہو سکی کہ ابن منصورؒ زندیق اور گمراہ تھے۔ ان کے گمراہ ہونے سے متعلق جتنی بھی روایات ہیں سب کی سب سخت ضعیف ہیں اور ان ضعیف روایات میں سے کسی ایک سے بھی براہِ راست ان سے کسی بھی قسم کا کلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف لوگوں کی سنی سنائی باتیں ملتی ہیں جن کے جوابات پہلے ہی دیئے جاچکے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن منصورؒ اکثریت کے نزدیک گمراہ ہوتے تو جب وزیر حامد نے قاضی ابو عمرو قاضی ابو جعفر بن بہلول اور بڑے بڑے فقہاء اور شہود کو جمع کر کے ان سے فتویٰ پوچھا تھا تو سب نے فتویٰ دینے سے انکار کرتے ہوئے یہ کیوں کہا کہ جب تک ہمارے سامنے اس کی کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ جائے جو موجب قتل ہو اس وقت تک اس کے متعلق فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اور لوگوں نے جن باتوں کا دعویٰ ان کی طرف منسوب کیا ہے بدون بینہ یا اقرار کے قبول نہیں کی جاسکتیں۔ اور روزیر حامد بن عباس کو قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لکھوانا کیوں پڑا؟

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی مبہم، متشدد اور بلا دلیل جرح کی ایک اور اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ آپ آٹھویں صدی ہجری کے درمیانی دور سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حسین بن منصورؒ کے قتل کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں رونما ہوا، لہٰذا اس واقعہ کے چار سو سال بعد پیدا ہونے والے حافظ ابن حجرؒ کی مبہم جرح ابن منصورؒ کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ، ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ اور امام ابو بکر شبلیؒ کی ابن منصورؒ کے حق میں دیگئی گواہی سے زیادہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

۳۔ امام ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ)ؒ کی جرح کا جواب

امام ابو عمر ابن حیویہ کی اس روایت کی بنا پر کسی ولی اللہ کو تو دور کی بات کسی عام مسلمان کو بھی کافر و زندیق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس واقعہ کے ظاہری الفاظ اور ظاہری مفہوم کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ابن منصورؒ نے اپنے اصحاب کو تسلی دی تھی تو ایسے موقع پر دوستوں کو تسلی دینا جرم تو نہیں اور جس عنوان سے تسلی دی گئی ہے اس کو بھی کوئی عالم کفر یا زندقہ قرار نہیں دے سکتا کیونکہ شہداء کی حیات برزخیہ مسلّم ہے۔ اور اس بات پر بھی کوئی شک نہیں کہ ابن منصورؒ اپنے آپ کو مظلوم اور (وزیر حامد) قاتلوں کو ظالم جانتے تھے۔ تو ان کو اپنی شہادت کا یقین ہونا کچھ مستبعد نہیں اور اس یقین کے لئے حیات برزخیہ کا اعتقاد لازم ہے تو پھر اس جرح کو دلیل کے طور پر کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ ان پر لگائے گئے الزامات بھی صحیح ثابت نہ ہو سکے اور ابن عطاءؒ، خفیف شیرازیؒ، ابو القاسم نصر آبادیؒ اور امام شبلیؒ جیسے شیخ طریقت نے ان کی تائید کر رکھی ہو۔ لہٰذا ان کے اس کلام کی تاویل بھی شریعت کے عین مطابق ہونی چاہیئے جو ہم نے بیان کی۔

۴۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی جرح کا جواب

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی جرح میں جتنے بھی الزامات لگائے ہیں کوئی ایک الزام بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن منصورؒ زندیق، ملحد اور گمراہ ہوتے اور انہیں اسی وجہ سے قتل کیا گیا ہوتا پھر تو جب وزیر حامد نے قاضی ابو عمر و قاضی ابو جعفر بن بہلول اور بڑے بڑے فقہاء اور شہود کو جمع کر کے ان سے فتویٰ پوچھا تھا تو سب نے فتویٰ دینے سے انکار کیوں کر دیا تھا؟

اگر ابن منصورؒ زندیق، ملحد اور گمراہ ہوتے اور انہیں اسی وجہ سے قتل کیا گیا ہوتا پھر تو وزیر حامد بن عباس کو قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لکھوانا پڑا؟

ابن تیمیہؒ کا یہ کہنا کہ "جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دینِ اسلام سے خارج ہے" ان کے اپنے ہی قول میں تضاد ظاہر کرتا ہے، کیونکہ آپ ایک طرف ایسے شخص کو دین اسلام سے خارخ کہتے ہیں اور دوسری طرف اپنی کتاب تلبیس الجھمیہ اور کتاب الصفدیۃ میں ابن منصورؒ کی کھل کر حمایت کرنے والے ابو العباس ابن عطاءؒ اور انہیں عالم ربانی کہنے والے ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیر ازیؒ کو زاہد اور عابد بھی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے کلام کو سنت و عقائد صحیحہ کے مطابق بھی قرار دیتے ہیں۔

ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے ابن منصورؒ کا تذکرہ اپنی کتاب "طبقات الصوفیہ" میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور ابو القاسم قُشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں حسین بن منصورؒ کا مکمل عقیدہ توحید بیان کیا ہے جسے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب الصفدیۃ میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "صوفیاء کے جن اکابر مشائخ کا تذکرہ ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے"۔ ابن تیمیہؒ کے اس بیان سے خود ان ہی کی جرح کارد ہوتا ہے اور ساتھ ہی زبیر علی زئی صاحب کا ابو عبد الرحمٰن سُلمی کی رسالہ قشیریہ والی روایت پر کیئے جانے والے اعتراض کی بھی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

[١٣ – الحسين بن منصور الحلاج*]

ومنهم الحلاج، وهو الحسين / بن منصور، وكنيته أبو مغيث. وهو من [٧٨ظ] أهل بيضاء[(أ)] فارس. ونشأ بواسط[(ب)]، والعراق.

وصحب الجنيد، وأبا الحسين النوري، وعمرا المكي، والفوطي[(ج)]، وغيرهم. والمشايخ في أمره مختلفون. رده أكثر المشايخ، ونفوه، وأبوا أن يكون

(*) انظر ترجمته في: وفيات الأعيان: جـ ١ ص ١٨٣ — ١٩٠؛ تاريخ بغداد: جـ ٨ ص ١١٢ — ١٤١؛ الأنساب: ١٨١؛ اللباب: جـ ١ ص ٣٣٠؛ شذرات الذهب: جـ ٢ ص ٢٣٣، ٢٥٣ — ٢٥٧؛ طبقات الشعراني: جـ ١ ص ١٢٦ — ١٢٨؛ المختصر في أخبار البشر: جـ ٢ ص ٧٠؛ سير أعلام النبلاء: جـ ٩ ق ٢ ورق ٢١٨ — ٢٢٢؛ البداية والنهاية: جـ ١١ ص ١٣٢ — ١٤٤، مرآة الجنان: جـ ٢ ص ٢٥٣ — ٢٦١؛ المنتظم جـ ٦ ص ١٦٠ — ١٦٤؛ ومن أهم المباحث كتاب الأستاذ لويس ماسينيون [استشهاد الحلاج = La passion d'al-Husayn-ibn-Mansour Al-Hallaj, in 2 Vols. Paris 1922] وكذلك كتاب: أخبار الحلاج باريس سنة ١٩٣٦، له بالاشتراك مع الأستاذ بول كراوس.

٢ — م: ومنهم الحسين بن منصور الحلاج || ٤ — م: صحب الجنيد ... وعمرو المكي؛ ق: وعمرو المكي، والفوطي.

(أ) البيضاء، في عدة مواضع، منها مدينة مشهورة بفارس. وهي أكبر مدينة في كورة اصطخر. وإنما سميت البيضاء لأن لها قلعة تبين من بعد، ويرى بياضها. وكانت معسكراً للمسلمين، يقصدونها في فتح اصطخر. وهي تامة العمارة، خصبة جداً بينها وبين شيراز ثمانية فراسخ.
معجم البلدان [W]: جـ ١ ص ٧٩٣

(ب) واسط، في عدة مواضع. والمراد بها هنا المدينة التي بناها الحجاج بن يوسف الثقفي المتوفى سنة خمس وتسعين. وهي أعظمها وأشهرها. تقع بين البصرة والكوفة. وقد شرع الحجاج في عمارتها سنة أربع وثمانين وفرغ منها سنة ست وثمانين.
معجم البلدان: [W] جـ ٤ ص ٨٨١ — ٨٨٨

(ج) أبو بكر الفوطي — بالفاء الموحدة، لا الماف المثناة، كما في [تاريخ بغداد]، ولا النون — معاصر أبي الحسين الدراج، المتوفى سنة عشرين وثلثمائة. من مشايخ الصوفية. حكى عنه محمد بن داود الدقي. وكان يؤاخي أبا عمرو بن الأدمي.
اللباب: جـ ٢ ص ٢٢٨

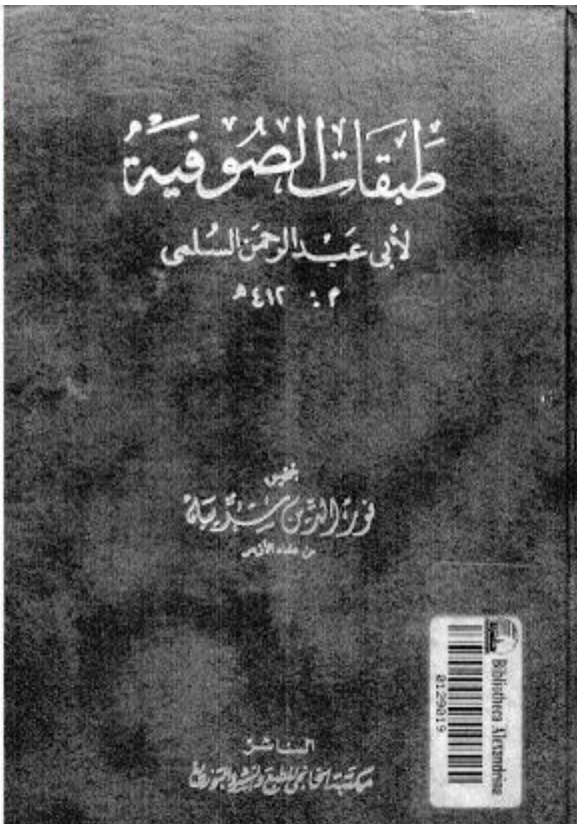

له قدمٌ في التصوُّف . وقبلَه من جملتهم أبو العباس بنُ عطاء ؛ وأبو عبد الله ، محمد خَفيف ؛ وأبو القاسم ، إبرهيمُ بنُ محمدٍ النَّصْراباذِيّ : وأثنوا عليه ، وصحّحوا له حالَه ، وحكوا عنهُ كلامَه ، وجعلوه أحدَ المحققين ؛ حتى قال محمدُ بنُ خفيف : « الحسينُ بنُ منصورٍ عالمٌ ربانيٌّ » .

قتل ببغدادَ بباب الطاقِ ، يومَ الثلاثاء ، لستٍّ بقينَ من ذى القعدة ، سنة تسعٍ وثلثمائة .

* * *

١ — سمعتُ عبدَ الواحدِ بنَ بكرٍ ، يقولُ : سمعتُ أحمدَ بنَ فارسٍ ، يقولُ : سمعتُ الحسينَ بنَ منصورٍ ، يقول : « حجبَهم بالاسم فعاشوا ؛ ولو أبرزَ لهم علوم القُدْرةِ لطاشوا ؛ ولو كشفَ لهمُ الحجابَ عن الحقيقةِ لماتوا » .

٢ — قال ، وكان الحلاَّجُ ، يقولُ : « إلهى ! . أنتَ تعلمُ عجزى عن مواضيع شكرك ، فاشكر نفسك عنّى ، فإنّه الشكرُ لا غيرُ » .

٣ — قال ، وسمعتُ الحلاَّجَ ، يقولُ : « من لاحظَ الأعمالَ حُجِبَ عن المعمول له ؛ ومن لاحظَ المعمولَ لهُ حُجِبَ عن رؤيةِ الأعمالِ » .

٤ — وسمعتُ عبدَ الواحدِ ، يقول : سمعتُ أحمدَ بنَ فارسٍ ، يقولُ : سمعتُ الحسينَ بن منصورٍ ، يقول : « أسماء الله تعالى ، من حيثُ الإدراكُ اسمٌ ؛ ومن حيثُ الحقُّ حقيقةٌ » .

٥ — قال ، وسمعتُ الحسينَ ، يقولُ : « خاطِر الحق هو الذى لا يعارِضُه شيء » .

٦ — قال ، وسمعتُ الحسينَ ، يقولُ : « إذا تخلّصَ العبدُ إلى مقامِ المعرفةِ أوحى اللهُ تعالى إليه بخاطِره ، وحَرسَ سِرَّه أن يسنحَ فيه خاطرٌ غيرَ الحقّ » .

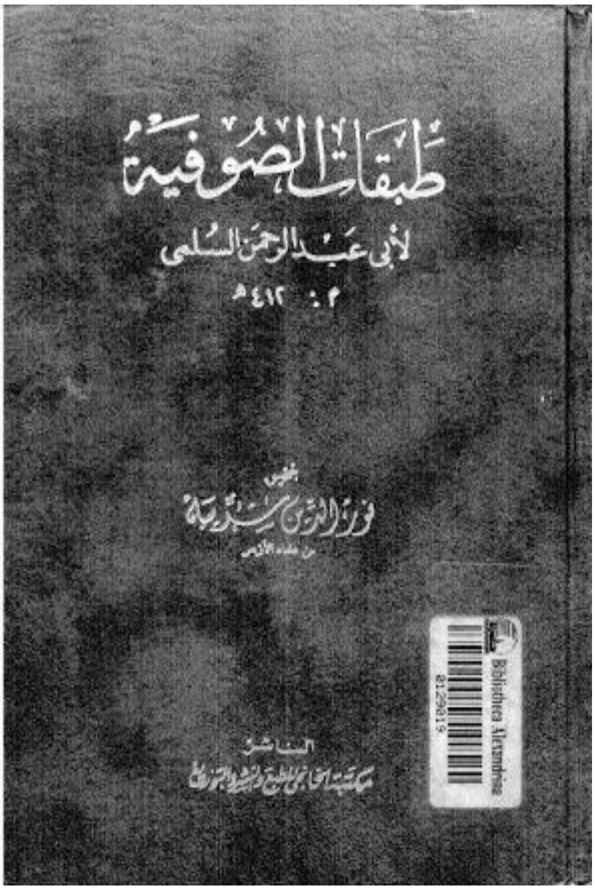

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ''صوفیاء کے جن اکابر مشایخ کا تذکرہ ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے، مثلاً: فضیل بن عیاض، جنید بن محمد [بغدادی]، سہل بن عبد اللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی، ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی وغیرہ، انکا کلام سنت وعقائد صحیحہ کے مطابق ہے، اور انہوں نے اس بارے میں کتب بھی تصنیف کی ہیں''۔ (کتاب الصفدیۃ: ج۱، ص۲۶۷)

كما قالوا لعبد الله بن المبارك : بماذا نعرف ربنا ؟ قال : بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه . وهكذا قال سائر الأئمة كأحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعثمان بن سعيد والبخارى وغيرهم ، حتى قال محمد بن اسحق بن خزيمة الملقب بامام الأئمة : من لم يقل ان الله فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه فانه يستتاب فان تاب والا قتل ، كما ذكر ذلك عنه الحاكم أبو عبد الله النيسابورى وصاحبه الملقب بشيخ الاسلام أبى عثمان الصابونى وغيرهما .

والشيوخ الأكابر الذين ذكرهم أبو عبد الرحمن السُّلَمى في « طبقات الصوفية » وأبو القاسم القشيرى في « الرسالة » كانوا على مذهب أهل السنة والجماعة ومذهب أهل الحديث كالفضيل بن عياض والجنيد بن محمد وسهل بن عبد الله التسترى وعمرو بن عثمان المكى وأبو عبد الله محمد بن خفيف الشيرازى وغيرهم، وكلامهم موجود في السنة،/ وصنفوا فيها الكتب ، لكن بعض المتأخرين منهم كان على طريقة بعض أهل الكلام في بعض فروع العقائد ، ولم يكن فيهم أحد على مذهب الفلاسفة ، وانما ظهر التفلسف في المتصوفة المتأخرين ، فصارت المتصوفة تارة على طريقة صوفية أهل الحديث وهم(١) خيارهم وأعلامهم ، وتارة على اعتقاد صوفية أهل الكلام فهؤلاء دونهم، وتارة على اعتقاد صوفية الفلاسفة كهؤلاء الملاحدة . (ظ ٨٣)

(ذكره ثلاث عقائد في أول الفتوحات) ولهذا ذكر ابن عربى في أول « الفتوحات » ثلاث عقائد : عقيدة مختصرة من «ارشاد» أبى المعالى بحججها الكلامية (٢)،

(١) في الاصل : وهو ،

(٢) فى الأصل : عقيدة مختصرة من ارشاد أبى المعالى وعقيدة بحججها الكلامية . ورأيت ان حذفكلمة (وعقيدة) أولى . والاشارة هنا الى كتاب « الارشاد الى قواطع الادلة فى أصول الاعتقاد » لأبى المعالى الجوينى .

كتاب الصفدية

تأليف شيخ الإسلام ابن تيمية

أبى العباس تقى الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

طبع على نفقة أحد المحسنين

وقف لله تعالى

١٤٠٦ هـ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی مبہم، متشدد اور بلادلیل جرح کی ایک اور اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ آپ آٹھویں صدی ہجری کے درمیانی دور سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حسین بن منصورؒ کے قتل کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں رونما ہوا، لہٰذا اس واقعہ کے چار سو سال بعد پیدا ہونے والے امام ابن تیمیہؒ کی مبہم جرح ابن منصورؒ کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ، ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ اور امام ابو بکر شبلیؒ کی ابن منصورؒ کے حق میں دی گئی گواہی سے زیادہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

۵۔ حافظ ابن الجوزیؒ کی جرح کا جواب

حافظ ابن الجوزیؒ کا یہ کہنا کہ "بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا" مبہم اور بلادلیل دعویٰ ہے کیونکہ کسی ایک ضعیف روایت سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ابن منصورؒ جھوٹے تھے۔ لہٰذا جرح و تعدیل کے میدان میں اس جرح کی بھی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ محض صرف دعویٰ کر دینے سے الزام ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ صحیح سند سے وجہ طعن ثابت نہ ہو۔ اگر اس طرح سے کسی بھی مبہم جرح کو قبول کر لیا جائے تو پھر بڑے سے بڑے محدث امام کی ثقاہت و عدالت ثابت نہ ہو سکے گی۔

حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن الجوزیؒ کی جرحوں کی بہترین مثال کچھ اس طرح سے دی جا سکتی ہے کہ عکرمہ مولی ابن عباسؓ و نافع مولی ابن عمرؓ پر بھی بعض ائمہ نے سخت جرح کی ہیں مگر دوسرے علماء کی توثیق و تعدیل سے ان کو مقبول قرار دیا گیا ہے اور جرح مبہم پر التفات نہیں کیا گیا۔ بالکل یہی معاملہ ابن منصورؒ کے ساتھ بھی کرنا چاہیئے کیونکہ ابن منصورؒ کی توثیق و تعدیل ابراہیم بن محمد نصر آبادیؒ جیسے حافظ الحدیث و متبع سنت، امام شبلیؒ جیسے امام طریق، ابو عبداللہ بن خفیفؒ جیسے شیخ طریقت اور ابو العباس بن عطاءؒ جیسے ولی اللہ و محدث نے کر رکھی ہے۔

زبیر علی زئی صاحب مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دعوے پر اشکال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ابن منصور اور جنید کا عقیدۂ توحید ایک ہی تھا"۔ مگر انہوں نے اس دعوی پر کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۱۰)

ويقع في الجنيد والله الموفق''

''میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھو گے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں'' (لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۵، وسیرت منصور حلاج ص ۴۵ حاشیہ)

اہل وحدت مطلقہ سے مراد وہ صوفی حضرات ہیں جو وحدت الوجود اور حلولیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تعالى الله عما يقولون علواً كبيراً ،

اس قول کا رد ظفر احمد تھانوی صاحب نے رسالہ قشیریہ کی موضوع روایت سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ رد تحقیقی میدان میں بذات خود مردود ہے۔ تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ''ابن منصور اور جنید کا عقیدہ توحید ایک ہی تھا'' [ص ۴۶] مگر انہوں نے اس دعوی پر کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔ علمی میدان میں عبدالوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح و ثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

''الحدیث'' حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ ''الحدیث'' میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے بھی اصل کتابوں سے صحیح و ثابت سندوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔ ضعیف روایات اور ضعیف حوالوں کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے والحمد لله على ذلك

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں یا سلف صالحین کے آثار و اسماء الرجال کے حوالے، سب کے لئے صحیح و حسن لذاتہ اسانید کی ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

'' الإسناد من الدين ، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء '' سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

وما علينا إلا البلاغ (۱۴ شوال ۱۴۲۶ھ)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہو گیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انہیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔'' (کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)

الجواب: یہ روایت بے سند و بے اصل ہے۔ اسے عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں ''روایت کیا گیا ہے کہ'' کے الفاظ سے بے سند و بے حوالہ لکھا ہے (جلد دوم ص ۵۹۶، اردو مترجم، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور)

مشہور صوفی احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

''وذكر ابن الجوزي أنه روى عن جعفر بن محمد قال: كان الماء يستنقع في جفون النبي ﷺ فكان علي يحسوه ، وأما ماروي أن علياً لما غسله ﷺ امتص ماء محاجر عينيه فشربه وأنه قدورث بذلك علم الأولين والآخرين، فقال النووي: ليس بصحيح''

اشکال کا جواب

زبیر علی زئی صاحب کی علمی قابلیت وصلاحیات پر تعجب ہوتا ہے کہ موصوف کو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دعوے کی دلیل ہی نظر نہ آسکی، حالانکہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) کے رسالۃ القشیریہ میں عقیدۃ توحید کے بیان میں جہاں حضرت جنید بغدادیؒ کے اقوال درج ہیں، وہیں ابن منصورؒ کے اقوال بھی درج ہیں لیکن موصوف نے انہیں پڑھنے کی زحمت ہی گوارہ نہ کی یا پھر پڑھے جانے کے باوجود بھی لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں تاکہ عام اور لاعلم مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکیں۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) لکھتے ہیں: ''محمد بن احمد اصفہانیؒ نے بتایا کہ ایک شخص حضرت حسین بن منصورؒ کے قریب آکھڑا ہوا اور کہنے لگا، وہ حق کون ہے جس کی طرف صوفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا جو سب کو بنا دینے والا ہے مگر اسے بنانے والا کوئی نہیں جسے اس کی علت قرار دیا جائے''۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابوالقاسم القشیری: ص ۴۹۶)

''حسین بن منصورؒ اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ: محبوب سے تمہاری محبت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام اوصاف بالائے طاق رکھ دو''۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابوالقاسم القشیری: ص ۵۲۳)

خطیب بغدادیؒ نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ: "میں نے حسین بن منصور سے سناوہ فرماتے تھے کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتوں میں ہے۔(۱)رب جلیل کی محبت (۲)متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳)کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیّر حال کا خوف"۔(تاریخ مدینۃ السلام،الأمام خطیب بغدادیؒ:ج۸،ص ۶۹۲)

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها
تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ
المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢
حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف
٨

تَشْغَلها بالحقّ، شَغَلتك عن الحقّ. وقال له آخر: عِظْني، فقال له: كن مع الحقّ بحكم ما أوْجَب.

أخبرنا محمد بن عيسى بن عبدالعزيز البَزّاز بهَمَذان، قال: حدثنا عليّ بن الحسن الصَّيقلي، قال: سمعتُ أبا الطَّيب محمد بن الفَرُّخان يقول: سمعتُ الحُسين بن منصور الحَلاَّج يقول: علم الأولين والآخرين مَرجعهُ إلى أربع كلمات: حبُّ الجَليل، وبُغض القليل، واتِّباع التَّنزيل، وخَوف التَّحويل.

حدثنا عبدالعزيز بن عليّ الوَرَّاق، قال: سمعتُ عليّ بن عبدالله بن جَهْضَم يقول: كتبَ الحُسين بن منصور إلى أحمد بن عطاء: أطالَ الله لي حياتَك، وأعدَمَني وفاتَك، على أحسنِ ما جَرَى به قدرٌ، أو نَطَقَ به خَبرٌ، مع ما أنَّ لك في قلبي من لواهج[1] أسرار مَحبَّتِك، وأفانينَ ذَخائِر مَوَدَّتك، ما لا يُتَرجِمهُ كتابٌ، ولا يُحصيه حسابٌ، ولا يُفنيه عتابٌ، وفي ذلك أقول[2] [من الطويل]:

كتبتُ ولم أكتب إليكَ وإنما كتبتُ إلى رُوحي بغير كتابِ
وذلك أنَّ الرُّوح لا فَرْقَ بينها وبين مُحِبِّيها بفَصْلِ خطابِ
فكُلُّ كتابٍ صادرٍ منك واردٌ إليكَ بما رَدُّ الجواب جوابي

أنشدنا محمد بن الحسن بن أحمد الأهوازي، قال: أنشدنا أبو حاتِم الطَّبَري للحُسين بن منصور[3] [من الرمل]:

جُبِلت روحُكَ في روحي كما يُجبَلُ العَنبرُ بالمِسْكِ الفَتِق[4]
فإذا مَسَّك شيءٌ مَسَّني فإذا أنت أنا لا نَفْتَرِق

(١) في م: «لواعج»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) ديوانه ٣١.
(٣) ديوانه ٦٧.
(٤) في م: «الفَتِق»، وفي الديوان: «الفتق»، وما أثبتناه مجود التقييد في النسخ العتيقة، وهو بمعنى الفتق.

٦٩٢

زبیر علی زئی صاحب کے دجل وفریب وکذب بیانیاں اور باطل وکھوکھلے دعووں کے مدلل جوابات

زبیر علی زئی صاحب کا پہلا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: "ان شدید جرحوں کے مقابلے میں حلّاج مذکور کی تعریف وتوثیق ثابت نہیں ہے"۔(ماہنامہ الحدیث حضرو:شمارہ ۲۱،ص ۸)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو 8 شمارہ:21

علماء کے نزدیک حلاج مذکور کا زندیق وگمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ جلیل القدر امام ابوعمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"لما أخرج حسين الحلاج ليقتل مضيت في جملة الناس، ولم أزل أزاحم حتى رأيته، فقال لأصحابه: لا يهولنم هذا، فإني عائد إليكم بعد ثلاثين يوماً، ثم قتل"

جب حسین (بن منصور) حلاج کو قتل کے لئے (جیل سے) نکالا گیا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی (دیکھنے کے لئے) گیا، میں نے لوگوں کے رش کے باوجود اُسے دیکھ لیا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "تم اس سے نہ ڈرنا، میں تیس (۳۰) دنوں کے بعد تمہارے پاس دوبارہ (زندہ ہوکر) آجاؤں گا" پھر وہ قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ بغداد ج۸ ص۱۳۱ ت۴۲۳۲ وسندہ صحیح، المنتظم لابن الجوزی ۲۰۶/۱۳ وقال: "وهذا الإسناد صحيح لاشک فيه" لسان المیزان ۳۱۵/۲ وقال: "وإسناد ها صحيح")

اس صحیح سند سے معلوم ہوا کہ حسین بن منصور حلاج جھوٹا شخص تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وعند جماهير المشائخ الصوفية وأهل العلم أن الحلاج لم يكن من المشائخ الصالحين، بل كان زنديقاً"

جمہور مشائخ تصوف اور اہل علم (علمائے حق) کے نزدیک حلاج نیک لوگوں میں سے نہیں تھا بلکہ زندیق (بہت بڑا ملحد وگمراہ) تھا (مجموع فتاویٰ ج۸ ص۳۱۸)

"الحمد لله رب العالمين، الحلاج قتل على الزندقة"

اللہ رب العالمین کا شکر ہے، حلاج کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا [مجموع فتاویٰ ۱۰۸/۳۵]

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ: "وكذلك من لم يجوز قتل مثله فهو مارق من دين الاسلام"

اور اسی طرح جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دین اسلام سے خارج ہے [مجموع فتاویٰ ج۲ ص۴۸۶]

۴۔ حافظ ابن الجوزی نے اس (حسین بن منصور) کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے "القاطع المحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج" (المنتظم ۲۰۴/۱۳)

ابن جوزی فرماتے ہیں: "أنه كان مُمَخرِقاً" بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا۔ (ایضاً ۲۰۶/۱۳)

ان شدید جرحوں کے مقابلے میں حلاج مذکور کی تعریف وتوثیق ثابت نہیں ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی صاحب نے اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی زیرِ نگرانی ایک کتاب لکھی ہے "القول المنصور فی ابن منصور، سیرت منصور حلاج" یہ کتاب مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر۱۴ سے شائع شدہ ہے۔ اس کتاب میں تھانوی صاحب نے موضوع، بے اصل اور مردود روایات جمع کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ (دیوبندیوں کے نزدیک) حسین بن منصور حلاج اچھا آدمی تھا(!)

8

یہاں زبیر علی زئی صاحب نے کتنی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے، حالانکہ ابوالعباس ابن عطاؒ جیسے محدث بزرگ، ابوعبداللہ بن خفیف شیرازیؒ جیسے شیخ طریقت، امام شبلیؒ جیسے جلیل القدر امام و متبع سنت، ابراہیم بن محمد نصرآبادیؒ جیسے حافظ الحدیث و متبع سنت، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری جیسے جلیل القدر محدث ومفسر، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیخ فریدالدین عطاؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ جیسے اولیاء اللہ نے ابن منصورؒ کی تعریف وتوثیق کر رکھی ہے جنہیں ہم اوپر تفصیل کے ساتھ بحوالہ بیان کر چکے ہیں۔

زبیر علی زئی صاحب کا دوسرا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب تاریخ بغداد کے حوالے سے محمد بن یوسف القطان کی مبہم جرح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری فرماتے ہیں کہ: "كان أبو عبدالرحمٰن السلمي غير ثقة----وكان يضع للصوفية الأحاديث"۔ "ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا----اور صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا"۔(ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص۹)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو | 9 | شمارہ: 21

مثال نمبر ۱۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا" (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر ۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے......"

(سیرت منصور حلاج ص ۷۴ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریہ میں یہ عبارت بحوالہ ابوعبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وکان صدوقاً، له معرفة بالحدیث وقد درس شیئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقیم وطریقة جمیلة / تاریخ بغداد ۳/ ۲۱۱) فرماتے ہیں کہ:

"کان أبو عبدالرحمٰن السلمي غیر ثقة...... وکان یضع للصوفیة الأحادیث" ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا...... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابونصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آگیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ و زندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "ولا أری یتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذکر أنه عین الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا تری ابن عربي صاحب الفصوص یعظمه

9

زبیر علی زئی صاحب کا یہ دوسرا بڑا جھوٹ ہے، کیونکہ ابوعبدالرحمٰن السلمی صرف اپنے عام شہر والوں اور مریدوں کے نزدیک جلیل القدر نہ تھے بلکہ ہر خاص و عام، موافق و مخالف، حکمراں و رعایا، سب کے درمیان اور ان کے اپنے شہر میں اور بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں یکساں مقبول تھے۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: "ان (ابوعبدالرحمٰن السلمی) کی تصنیفات بہت مقبول تھیں اور لوگ ان کو بہت پسند کرتے تھے اور بڑی گراں قیمت پر خریدتے تھے اور ان سے ان کی تصنیفات روایت کرتے تھے۔ وہ خاص و عام، موافق و مخالف، حکمراں و رعایا، سب کے درمیان اور ان کے اپنے شہر میں اور بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں یکساں مقبول تھے اور اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۲۴۷؛ سؤالات السجزی للحاکم: ص ۶۵)

آگے مزید لکھتے ہیں: "حافظ عبدالغافر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن اپنے عہد میں طریقہ تصوف کے شیخ تھے۔ ان کو تمام علوم کے حقائق اور طریقہ تصوف کی معرفت حاصل تھی۔ انھوں نے فن تصوف میں بڑی نادر و مشہور کتابیں لکھیں اور انھوں نے ایسا کتب

خانہ تشکیل دیا تھا کہ ان سے قبل کوئی بھی ایسا کتب خانہ تیار نہ کر سکا حتیٰ کہ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں اور چالیس سال سے زیادہ درس وتدریس کا کام کیا اور نیساپور، مرو، عراق اور حجاز میں حدیثیں لکھیں اور حفاظ کو اس پر منتخب فرمایا"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۲۴۹)

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

١٥٢ - السُّلَمي *

محمَّدُ بنُ الحُسين بنِ محمد بن موسى بن خالد بن سالم بن زاوية بن سعيد بن قَبيصة بن سَرّاق ، الأزديُّ ، السُّلَميُّ الأُمّ ، الإمامُ الحافظُ المحدِّثُ ، شيخُ خراسان وكبيرُ الصوفيَّة ، أبو عبد الرحمٰن النيسابوريُّ الصوفيُّ ، صاحبُ التصانيف .

أفرد له المحدثُ أبو سعيد محمدُ بنُ علي الخَشّابُ ترجمةً في جُزء ، فقال : وُلد في عاشر جُمادى الآخرة سنةَ خمس وعشرين وثلاث مئة ، وذلك بعد موت مَكّيّ بن عَبْدان بستةِ أيام ، وكتب بخطِّه في سنة ثلاث وثلاثين عن أبي بكر الصِّبْغي ، ومن الأصمّ ، وأبي عبد الله بن الأخرم ، وسمع كثيراً من جَدِّه لأُمِّه إسماعيل(1) بن نُجيد ، ومن خلقٍ كثير . وله رحلةٌ - يعني إلى العراق - ابتدأ بالتصنيف سنةَ نيِّفٍ وخمسين وثلاث مئة ، وصنَّفَ في علوم القوم(2) سبع مئة جُزء ، وفي أحاديث النبي ﷺ من جمع الأبواب والمشايخ وغير ذلك ثلاث مئة جزء ، وكانت تصانيفُهُ مقبولةً .

---

* تاريخ بغداد ٢ / ٢٤٨ ، ٢٤٩ ، الرسالة القشيرية ١٤٠ ، الأنساب ٧ / ١١٣ ، المنتظم ٨ / ٦ ، الكامل في التاريخ ٩ / ٣٢٦ ، اللباب ٢ / ١٢٩ ، المختصر في أخبار البشر ٢ / ١٦٠ ، تاريخ الإسلام ٢١ / ٢١٩ ، العبر ٣ / ١٠٩ ، ميزان الاعتدال ٣ / ٥٢٣ ، ٥٢٤ ، دول الإسلام ١ / ٢٤٦ ، تذكرة الحفاظ ٣ / ١٠٤٦ ، ١٠٤٧ ، عيون التواريخ ١٢ / ١٤٧ / ١ ، الوافي بالوفيات ٢ / ٣٨٠ ، ٣٨١ ، مرآة الجنان ٣ / ٢٦ ، مختصر دول الإسلام ١ / ١٩٠ ، طبقات السبكي ٤ / ١٤٣ - ١٤٧ ، البداية والنهاية ١٢ / ١٢ ، ١٣ ، طبقات الأولياء ٣١٣ - ٣١٥ ، النجوم الزاهرة ٤ / ٢٥٦ ، لسان الميزان ٥ / ١٤٠ ، ١٤١ ، طبقات الحفاظ ٤١١ ، طبقات المفسرين للسيوطي ٣١ ، طبقات المفسرين للداوودي ٢ / ١٣٧ - ١٣٩ ، كشف الظنون ٢ / ١١٠٤ ، شذرات الذهب ٣ / ١٩٦ ، ١٩٧ ، هدية العارفين ٢ / ٦١ . وانظر المقدمة التي كتبها نور الدين شريبة لكتابه « طبقات الصوفية » .

(1) مرت ترجمته في الجزء السادس عشر .

(2) يعني الصوفية .

سير أعلام النبلاء

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

يسمعَ الأميرُ الكتابَ . فقلت : لا آتيه البتّة . ثم جاؤوا خَلفي إلى الخانقاه ، فاختفيتُ ، ثم بعثَ بالمجلّد الأول ، وكتبتُ له بالإجازة .

قال : ولما توفي جدّي أبو عمرو ، خلّف ثلاثة أسهمٍ في قرية ، قيمتُها ثلاثةُ آلاف دينار ، وكانوا يتوارثُون ذلك عن جدّه أحمد بن يوسف السُّلمي ، وكذلك خلّف أيضاً ضِيَاعاً وَمَتَاعاً ، ولم يكن له وارثٌ غيرُ والدتي ، وكان على التَّركات رجلٌ متسلِّط ، فكان من صنعِ الله أنه لم يأخُذ من ذلك شيئاً ، وسلَّم إليَّ الكُلَّ ، فلما تهيّأ أبو القاسم النصراباذي للحج ، استأذنتُ أُمّي في الحج ، فبِعتُ سهماً بألف دينار ، وخرجتُ سنة ٣٦٦ ، فقالت أُمي : توجَّهْتَ إلى بيت الله ، فلا يكتُبَنَّ عليك حافظاك شيئاً تستحي منه غداً . وكنتُ مع النصراباذي أيَّ بلدٍ أتيناهُ يقولُ : قُم بنا نسمعِ الحديثَ . وسمعتُهُ يقول : إذا بدا لك شيءٌ من بوادي الحق ، فلا تلتفتْ معها إلى جنةٍ ولا نارٍ ، وإذا رجعتَ عن تلك الحالِ ، فعظِّم ما عظَّمه اللهُ .

وقال : أصلُ التصوُّفِ ملازمةُ الكتابِ والسُّنّة ، وتركُ الأهواءِ والبِدَع ، وتعظيمُ حُرمات المشايخ ، ورؤيةُ أعذار الخَلْق ، والدوامُ على الأوراد .

قال عبدُ الغافر بن إسماعيل الفارسي في « سياق التاريخ » : أبو عبد الرحمٰن شيخُ الطريقة في وقته ، المُوفَّقُ في جميع علوم الحقائق ، ومعرفةِ طريق التصوف ، وصاحبُ التصانيف المشهورةِ العجيبة ، وَرِثَ التصوُّفَ من أبيه وجدِّه ، وجمع من الكُتُب ما لم يُسْبَقْ إلى ترتيبه حتى بلغ فهرسُ كتبه المئةَ أو أكثر ، حدّث أكثر من أربعين سنة قراءةً وإملاءً ، وكتب الحديثَ بنيسابور وَمَرْو والعراق والحجاز ، وانتخب عليه الحُفّاظ . سمع من أبيه وجدّه ابن نُجيد ، وأبي عبد الله الصَّفّار ، وأبي العبّاس الأصمّ ، ومحمد بن يعقوب الحافظ ، وأبي إسحاق الجيري ، وأبي جعفرٍ الرازي ، وأبي الحسن

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”ابو عبدالرحمٰن کا مقام و مرتبہ ان کے اہل شہر میں بہت بلند تھا اور صوفیہ کے درمیان ان کی بڑی حیثیت تھی۔ ساتھ ہی وہ حدیث کے بھی عالم تھے۔ انھوں نے مشائخ حدیث سے روایات جمع کیں اور کتابیں لکھیں۔ نیشاپور میں ان کا ایک دائرہ (خانقاہ) اب بھی ہے جس میں صوفیہ رہتے ہیں، میں خود وہاں گیا تھا اسی دائرہ میں ان کی قبر ہے میں نے قبر کی زیارت بھی کی“۔(تاریخ بغداد:ج۳،ص۴۳)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثالث

محمد بن الحسين - محمد بن عيسى

٦١٦ - ١٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

وغيرهم.

حدثنا عنه أبو القاسم الأزهري، والقاضي أبو العلاء الواسطي، وأحمد ابن عبدالواحد الوكيل، وأحمد بن علي التَّوَّزي، وأبو الحسن محمد بن عبدالواحد، ومحمد بن علي بن الفتح الحَرْبي. وكان ذا عناية بأخبار الصوفية، وصنَّفَ لهم سُنَنًا وتَفْسيرًا وتاريخًا.

وقال لي محمد بن يوسف القَطّان النَّيسابوري: كان أبو عبدالرحمن السُّلمي غير ثقة، ولم يكن سمع من الأصم إلا شيئًا يسيرًا، فلما مات الحاكم[1] أبو عبدالله بن البيع حدَّث عن الأصم بتاريخ يحيى بن مَعِين وبأشياء كثيرة سواه. قال: وكان يضع للصوفية الأحاديث.

قلت: قدر أبي عبدالرحمن عند أهل بلده جليلٌ، ومحله في طائفته كبيرٌ، وقد كان مع ذلك صاحب حديث مجودًا جمعَ شيوخًا وتراجم وأبوابًا، وبنَيْسابور له دويرة معروفة به يسكنها الصوفية قد دخلتُها، وقبرُه هناك يتبركون بزيارته قد رأيته وزرته[2].

أخبرنا أبو القاسم عبدالكريم بن هوازن القُشيري النَّيسابوري، قال: كنتُ يومًا بين يدي أبي علي الحسن بن علي الدَّقّاق فجرى حديث أبي عبدالرحمن السُّلمي وأنه يقوم في السماع موافقة للفقراء. فقال أبو علي: مثله في حاله، لعل السكون أولى به. ثم قال لي: امض إليه فستجده قاعدًا في بيت كُتبه، وعلى وجه الكتب مجلدة حمراء مربعة صغيرة فيها أشعار الحُسين بن منصور،

(١) في م: «الحكم» خطأ.

(٢) رد الخطيب هذا يشير إلى تحسين الرأي فيه، وللسلمي سؤالات للدارقطني عن أحوال الرجال تدل على معرفة، وقد طبعت. وقال الذهبي: «وفي الجملة ففي تصانيفه أحاديث وحكايات موضوعة، وفي حقائق تفسيره أشياء لا تسوغ أصلاً، عدها بعض الأئمة من زندقة الباطنية، وعدها بعضهم عرفانًا وحقيقة» (السير ١٧/ ٢٥٢). وقال في الميزان ٣/ ٥٢٤: «وفي القلب مما يتفرد به».

امام ذہبیؒ اور خطیب بغدادیؒ کے بیان سے اس بات کی واضح دلیل مل گئی کہ ابو عبد الرحمٰن السلمی نہ صرف اپنے عام شہر والوں میں مقبول تھے بلکہ بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں یکساں مقبول تھے۔

ابو عبد الرحمٰن السلمی پر زبیر علی زئی کی تنقید کے حوالے سے آخری بات یہ ہے کہ ان پر حدیث وضع کرنے کا الزام محمد بن یوسف القطان نے لگایا ہے، لیکن ان کا الزام بھی مبہم ہے۔ ان کی جرح ہے "وکان یضع للصوفیه احادیث" اس طرح کی مبہم جرح کسی کو متہم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے جبکہ اس جرح کے خلاف آئمہ حدیث کے اقوال بھی موجود ہوں۔ اس لیے خطیب بغدادیؒ جنھوں نے یہ جرح سب سے پہلے نقل کی ہے، انھوں نے بھی کہا ہے کہ "وقدکان مع ذلک صاحب حدیث مجوداً"۔ "تاہم وہ حدیث کے ماہر تھے"۔ (تاریخ بغداد: ج۳، ص۴۳) (سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۲۵۰)

سِيَرُ أعلامِ النُّبلاء

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

الكارزي ، وأبي الحسن الطَّرائفي ، والإمام أبي بكر الصِّبْغي ، والأستاذ أبي الوليد حسان ، وابني المُؤَمَّل ، ويحيى بن منصور القاضي ، وأبي سعيد بن رُميح ، وأبي بكر القَطِيعي ، وطبقتِهم .

ووُلد في سنة ثلاثين وثلاث مئة ، كذا ورخه عبد الغافر ، فالله أعلم .

وقال : حدثنا عنه جدِّي زينُ الإسلام القُشَيري ، وأبو سعيد بن رامش ، وأبو بكر بن زكريا ، وأبو صالح المُؤذِّن ، وأبو بكر بنُ خَلَف ، ومحمدُ بنُ إسماعيل التَّفْليسي ، وأبو نَصْر الجُوري ، وعليٌّ بن أحمد المديني .

قلت : ومحمد بن يحيى المُزَكِّي ، وأبو بكر البيهقي ، والقاسمُ بن الفضل الثَّقفي ، وخلقٌ كثير ، وما هو بالقويِّ في الحديث .

ذكره الخطيبُ[1] ، فقال : محلُّه كبيرٌ ، وكان مع ذلك صاحبَ حديث ، مُجوِّداً ، جمع شيوخاً وتراجمَ وأبواباً ، وعمل دُوَيرةً للصوفيّة ، وصنَّف سُنَناً وتفسيراً .

قال أبو الوليد القُشَيري : سمعتُ أبا عبد الرحمٰن السُّلَمي يسألُ أبا علي الدقّاق ، فقال : الذِّكْرُ أتمُّ أم الفِكْرُ ؟ فقال : ما الذي يُفتَح للشيخ فيه ؟ قال أبو عبد الرحمٰن : عندي الذكرُ أتمُّ ، لأنَّ الحقّ يُوصف بالذِّكرِ ، ولا يُوصف بالفِكْر . فاستحسنه أبو علي .

السُّلَمي : حدثنا محمدُ بنُ العباس الضَّبِّي ، حدثنا محمدُ بنُ أبي علي ، حدثنا الفضلُ بن محمد بن نعيم ، سمعتُ عليَّ بن حُجرٍ ، سمعتُ أبا

(١) في «تاريخ بغداد» ٢ / ٢٤٨ .

طبقات شافعیہ میں امام تاج الدین سبکیؒ (متوفی ۷۷۱ھ) محمد بن یوسف القطان کی جرح نقل کرنے کے بعد خطیب بغدادیؒ کا قول رقم کرتے ہوئے جواب میں لکھتے ہیں: "قول الخطیب فیہ ھوالصحیح، وابو عبدالرحمن ثقہ، ولاعبرۃ بھذا الکلام فیہ"۔ "خطیب کا قول بالکل صحیح ہے اور ابو عبدالرحمٰن ثقہ ہیں اور اس قول (یعنی یوسف القطان کے قول) کا کوئی اعتبار نہیں"۔ (الطبقات الشافعیہ: ج۵، ص۱۴۵؛ سؤالات السجزی للحاکم: ص۶۵)

طبقات الشافعية الكبرى

لتاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي

٧٢٧ — ٧٧١ هـ

تحقيق

عبد الفتاح محمد الحلو — محمود محمد الطناحي

الجزء الرابع

قال الخطيب : قدرُ أبى عبد الرحمن عند أهل بلده جليل[1] ، [2]وكان مع ذلك مجوداً، صاحب حديث[2] .

قلتُ : قول الخطيب فيه هو الصحيح ، وأبو عبد الرحمن ثقة ، ولا عِبْرَةَ بهذا الكلام فيه .

قال الخطيب : وأخبرنا أبو القاسم القُشَيْرِيّ ، قال: كنت[3] بين يدى أبى على الدَّقّاق، فجرى حديثُ أبى عبد الرحمن السُّلَمِيّ ، وأنه يقوم فى[4] السَّماع موافقةً للفقراء ، فقال أبو على: مثلُه فى حاله لعل السُّكونَ أولى به[5] امضِ إليه فستجده قاعداً[6] فى بيت كتبه، وعلى وجه الكتب [7]مجلَّدة صغيرة[7] مُرَبَّعة ، فيها أشعار الحسين بن منصور [فهاتها][8] ، ولا تقل له شيئاً[9] .

قال : فدخلتُ عليه ، فإذا هو فى بيت كُتُبه ، والمجلَّدة بحيث ذكر أبو على ، فلما قعدت أخذ فى الحديث ، وقال : كان بعض الناس يُنْكِر على واحدٍ من العلماء حركتَه فى السَّماع ، فرُئى ذلك الإنسان يوما خاليا فى بيتٍ ، وهو يدور كالمُتواجد ، فسُئل عن حاله ، فقال : كانت مسألة مُشكلة علىّ ، فبيَّن لى معناها ، فلم أتمالك من السرور حتى قمتُ أدور ، فقال له: مثل هذا يكون حالهم .

فلما رأيتُ ذلك منهما تحيَّرتُ كيف أفعل بينهما ؟ فقلت : لا وجهَ إلا الصِّدق[10] ، فقلت : إن أبا علىّ وصف هذه المجلَّدة ، وقال : احملها إلىّ من غير أن يعلم الشيخ ، وأنا أخافك ؛ وليس يُمكنني مخالفتُه، فأيش تأمر ؟

(١) بعد هذا فى تاريخ بغداد ٢/٢٤٨ : « ومحله فى طائفته كبير » .
(٢) مكان هذا فى تاريخ بغداد : « وقد كان مع ذلك صاحب حديث » .
(٣) بعد هذا فى تاريخ بغداد زيادة « يوما » . (٤) فى د ، ز : « إلى » والمثبت فى المطبوعة ، وتاريخ بغداد . (٥) بعد هذا فى تاريخ بغداد زيادة « ثم قال لى » . (٦) فى المطبوعة : « عاقداً » والصواب من : د ، ز ، وتاريخ بغداد . (٧) فى تاريخ بغداد : « مجلدة حمراء » .
(٨) مكان هذه الكلمة فى تاريخ بغداد : « فاحمل تلك المجلدة » . (٩) بعد هذا فى تاريخ بغداد زيادة : « وجئنى بها » . (١٠) فى د ، ز : « الصدق » ، والمثبت فى المطبوعة، وتاريخ بغداد ٢/٢٤٩ (١٠ أ: طبقات)

سؤالات مسعود بن علي السجزي

مع "أسئلة البغداديين عن أحوال الرواة"

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

المتوفى سنة ٤٠٥هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور موفق بن عبد الله بن عبد القادر

دار الغرب الإسلامي

٢٠ ـ أبو عبد الرَّحمن مُحمَّد بْنُ الحُسَيْن السُّلَمي[1]، كَثير السَّماعِ والطَّلَب مُتقنٌ فيه، مِن بيتِ الحديثِ والزُّهْدِ، والتَّصوُّفِ. *

= المَغْرِبيُّ، القَيْرواني، نزيل نيسابور. قال الحاكم: خرجتُ مِن مَكَّة متحسِّراً على رؤيته، ثُمَّ خرَج لمحنة، وقدم نَيْسابور، فاعتزل الناس أوَّلاً، ثم كان يَحْضُر الجامع. توفي سنة ثلاث وسبعين وثلاثمائة»، ترجمته في: طبقات الصُّوفية للسلمي: (٤٧٩ ـ ٤٨٣)، تاريخ بغداد: (٩/١١٢ ـ ١١٣)، الرسالة القشيرية: (٢٩ ـ ٣٠)، المنتظم: (٧/١٢٢ ـ ١٢٣)، سير أعلام النبلاء: ١٦/٣٢٠، تاريخ الإسلام: وفيات (٣٧٣ هـ)، العبر: ٢/٣٦٥، البداية والنهاية: ١١/٣٠٢، طبقات الأولياء لابن المُلَقِّن: (٢٣٧ ـ ٢٣٨)، النجوم الزاهرة: ٤/١٤٤، طبقات الشعراني: ١/١٤٣، شذرات الذهب: ٣/٨١، نتائج الأفكار القدسية: ٢/١٢، هدية العارفين: ١/٣٨٩.

٢٠ ـ لسان الميزان: ٥/١٤٠.

(١) «الإمام الحافظ المُحَدِّث شيخ خُراسان وكبير الصوفية، أبو عبد الرَّحمن مُحمَّد بن الحُسَيْن بن مُحمَّد السُّلَمي النَّيْسابوري الصوفي.

قال الخشَّاب: كانَ مَرْضِيّاً عند الخاصّ والعامّ، والمُوافق والمُخالِف، والسلطان والرَّعيَّة. قال الخطيب: قال لي محمدُ بنُ يوسُف القطان النيسابوري: كان أبو عبد الرَّحمن السُّلمي غير ثقة، وكان يضع للصُّوفية الأحاديث.

وقال الخطيب: قَدْرُ أبي عبد الرَّحمن عند أهل بلده جَليل، ومحله في طائفته كبير، وقد كانَ مع ذلك صاحب حديث مُجوداً جمع شيوخاً وتراجم وأبواباً. وقال السُّبكي: قول الخطيب فيه هو الصحيح، وأبو عبد الرَّحمن ثِقَةٌ، ولا عِبْرَةَ بهذا الكلام فيه.

قال الذَّهبي في الميزان: تَكَلَّموا فيه، وليس بعُمْدَة. وقال في سير أعلام النبلاء: وما هو بالقويِّ في الحديث. وقال أيضاً: وللسُّلَمي سؤالات للدَّارقطني عن أحوال المشايخ الرُّواة سؤال عارفٍ، وفي الجملة ففي تصانيفه أحاديث وحكاياتٌ موضوعَة، وفي «حقائق تفسيره» أشياء لا تسوغُ أصلاً، عَدَّها بعض الأئمَّة مِن زَنْدَقَة الباطنيَّة، وعدَّها بعضُهُم عِرْفاناً وحَقيقةً، نعوذُ بالله مِنَ الضَّلال ومِنَ الكلام بهوى، فإنَّ الخير كُلُّ الخيرِ في متابعَة السُّنة والتَّمسكِ بهَدْي الصَّحابة والتَّابعين رضي الله عنهم.

وكتابه «حقائق التفسير» له نسخ خطيَّة في مكتبة الأزهر، ودار الكتب المصرية بالقاهرة، ومكتبة البلدية بالإسكندرية، وليته لم يكتبه فقد نقل فيه أقوال الصوفية، دون تمحيص.

حافظ ابو یعلی الخلیلیؒ (المتوفی ۴۴۶ھ) فرماتے ہیں: "ثِقَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"۔ "ان (یعنی ابو عبدالرحمٰن سُلمی) کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے"۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۸۶۰)

كِتَابُ

الإِرْشَادُ

فِي مَعْرِفَةِ عُلَمَاءِ الحَدِيثِ

(مِنْ تَجْزِئَةِ السِّلَفِي)

لِلحَافِظِ أَبِي يَعْلَى الخَلِيلِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَحْمَدَ
ابْنِ الخَلِيلِ الخَلِيلِي القَزْوِينِيّ
٣٦٧ - ٤٤٦ هـ

دِرَاسَة وَتَحقِيق وَتَخرِيج :
الدكتور محمد سعيد بن عمر إدريس

مكتبة الرشد
الرياض

٨٦٠

(٧٧٠) = / أبو محمّد عبدُ الله بن محمد الرومي الصّيرفي النيسابوري :

سمع محمدَ بن إسحاق السّرّاج ، ومحمدَ بن حمدون بن خالد ، وزنْجَويه اللبّاد . وروى لنا حكايةَ الشافعي عن ابن خُزيمة . لَيِّنوه ، وقالوا : إنه يَزيدُ في روايتِه عن السرّاج ما لم يكُنْ يدّعيه قبلَ هذا . وسَماعُه مِنَ السرّاج صَحيحٌ . مات سنة اثنتين وتسعين وثلاثمائة .

(٧٧١) = / أبو سعيد محمدُ بن محمد بن زكريا الأعلمُ النيسابوريُّ :

له مَعْرِفةٌ بعلومِ الفقهِ ، والتفسير . في روايتِه ثقةٌ . سمع الأخرمَ ، والأصمّ ، ومَنْ كانَ في أيامِهما مِنَ الشُّيوخِ . سمعنا مِنْهُ بقزوين . قدِمَ غازياً سنة خمسٍ وثمانين . ومات بعدَ التسعين (١) بقليلٍ .

(٧٧٢) = / أبو عبد الرحمن مُحمّدُ بن الحسين بن موسى السُّلَمي الأزْدي :

حَفيدُ إسماعيلَ بنِ نُجَيد (٢) السُّلَمي ، ثقةٌ ، متفقٌ عليه . من الزُّهادِ ، له

٨٦١

معرفةٌ بدقائقِ علومِ الصوفيةِ ، وله تصانيفُ في ذلك لم يُسْبَقْ إليها (١) .

سمع محمدَ بن يعقوب الأصم ، وأبا حامدٍ أحمد بن علي المقري ، ويحيى بن منصور ، وأبا الوليد حسّان بن محمد وأقرانَهُمْ بنيسابور . وله معرفةٌ بالحديث . جمع الأبواب ، والمُقلّين وغيرَ ذلك . كثيرُ السماع . مات بعد الأربعمائة (٢) . سَمِعْتُه يقول : سمعتُ جدّي إسماعيلَ بن نُجَيْد السُّلَمي يقولُ : سمعتُ أبا عثمان سعيد بن إسماعيل الرازي الزاهدِ (٣) يقول : مَنْ خالفَ عقدُه عقدَكَ خالفَ قلبُهُ قلبَكَ .

زبیر علی زئی صاحب کا تیسرا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب اپنے رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو میں تیسرا جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۹)

مثال نمبرا۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا" (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے....."

(سیرت منصور حلاج ص ۴۷ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریۃ میں یہ عبارت بحوالہ ابوعبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وكان صدوقاً، له معرفة بالحديث وقد درس شيئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقيم وطريقة جميلة / تاریخ بغداد ۳/ ۴۱۱) فرماتے ہیں کہ:

"كان أبو عبدالرحمن السلمي غير ثقة..... وكان يضع للصوفية الأحاديث" ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا..... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقہ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابونصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ وزندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "ولا أرى يتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذكر أنه عين الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا ترى ابن عربي صاحب الفصوص يعظمه

امام تاج الدین سبکیؒ کا محمد بن یوسف القطان کی جرح کو رد کرتے ہوئے ابوعبدالرحمٰن السلمی کو ثقہ قرار دینا اور ساتھ ہی حافظ ابویعلی الخلیلیؒ کا انہیں "ثِقَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ" کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے یہاں بھی انتہائی جھوٹ اور کذب بیانی کی ہے اور کس ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے عام اور لاعلم مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ کسی عالم کو اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے شرم آنی چاہیے جبکہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔

امام ذہبیؒ اُن کے ضعف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اگرچہ محمد بن یحییٰ المزکی، امام ابوبکر بیہقی اور قاسم بن الفضل الثقفی نے ان سے روایات لی ہیں، لیکن حدیث کے معاملے میں وہ ضعیف ہیں"۔ اس کے بعد خطیب بغدادیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے امام ذہبیؒ نے ان کا دفاع بھی کیا ہے اور محمد بن یوسف القطان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "السلمی نے سوالات دارقطنی لکھی ہے جس میں رواۃ اور مشائخ کے بارے میں ماہرانہ سوالات کیے ہیں"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۲۵۰، ۲۵۲؛ سؤالات السجزی للحاکم: ص ۶۵)

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجُزْءُ السَّابِعَ عَشَرَ

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه

شعيب الأرنؤوط ‏ ‏ محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

الكارزي ، وأبي الحسن الطَّرائفي ، والإمام أبي بكر الصِّبْغي ، والأستاذ أبي الوليد حسان ، وابني المؤمَّل ، ويحيى بن منصور القاضي ، وأبي سعيد بن رُميح ، وأبي بكر القَطِيعي ، وطبقتِهِم .

وُلِد في سنة ثلاثين وثلاث مئة ، كذا ورخه عبد الغافر ، فالله أعلم .

وقال : حدثنا عنه جدّي زينُ الإسلام القُشَيري ، وأبو سعيد بن رامش ، وأبو بكر بن زكريا ، وأبو صالح المُؤذِّن ، وأبو بكر بنُ خَلَف ، ومحمدُ بنُ إسماعيل التَّفْليسي ، وأبو نَصْر الجُوريُّ ، وعليُّ بن أحمد المديني .

قلت : ومحمد بن يحيى المُزَكِّي ، وأبو بكر البيهقي ، والقاسمُ بن الفضل الثَّقفي ، وخلقٌ كثير ، وما هو بالقويِّ في الحديث .

ذكره الخطيبُ(1) ، فقال : محلُّه كبيرٌ ، وكان مع ذلك صاحبَ حديث ، مُجوِّداً ، جمع شيوخاً وتراجمَ وأبواباً ، وعمل دُوَيرةً للصوفيّة ، وصنَّف سُنناً وتفسيراً .

قال أبو الوليد القُشَيري : سمعتُ أبا عبد الرحمٰن السُّلَمي يسألُ أبا علي الدقّاق ، فقال : الذِّكرُ أتمُّ أم الفِكْرُ ؟ فقال : ما الذي يُفتَح للشيخ فيه ؟ قال أبو عبد الرحمٰن : عندي الذكرُ أتمُّ ، لأنّ الحقَّ يُوصف بالذِّكْرِ ، ولا يُوصف بالفِكْر . فاستحسنه أبو علي .

السُّلَمي : حدثنا محمدُ بنُ العباس الضَّبِّي ، حدثنا محمدُ بنُ أبي علي ، حدثنا الفضلُ بن محمد بن نعيم ، سمعتُ عليَّ بن حُجرٍ ، سمعتُ أبا

(1) في « تاريخ بغداد » ٢ / ٢٤٨ .

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجُزْءُ السَّابِعَ عَشَرَ

حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه

شعيب الأرنؤوط ‏ ‏ محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

وقال : ﴿وتَوَاصَوْا بالحقِّ﴾ [العصر : ٣] ﴿وتَوَاصَوْا بالمَرْحَمَة﴾ [البلد : ١٧] بلى هنا مُريدون أثقالٌ أنكاد ، يعترِضُون ولا يقتدون ، ويقولُون ولا يعملُون ، فهؤلاء لا يُفلِحون(1) .

قال الخطيبُ(2) : قال لي محمدُ بنُ يوسُف القطّان النيسابوريُّ : كان أبو عبد الرحمٰن السُّلَمي غيرَ ثقة ، وكان يضعُ للصوفيّة الأحاديثَ .

قلتُ : وللسُّلَميّ سؤالاتٌ للدارقطنيّ عن أحوالِ المَشايخ الرُّواةِ سؤالَ عارفٍ ، وفي الجُملة ففي تصانيفه أحاديثُ وحكاياتٌ موضوعة ، وفي « حقائق تفسيره » أشياءُ لا تسوغُ أصلاً ، عدّها بعضُ الأئمة من زَنْدَقَة الباطنيّة ، وعدّها بعضُهم عِرْفاناً وحقيقةً ، نعوذُ باللهِ من الضلال ومن الكلام بهوى ، فإنَّ الخيرَ كُلَّ الخيرِ في مُتابعةِ السُّنّة والتمسُّكِ بهَدْيِ الصحابة والتابعين رضي الله عنهم .

مات السُّلَميُّ في شهر شعبان سنة اثنتي عشرة وأربع مئة ، وقيل : في رجب بنيسابور ، وكانت جنازتُه مشهودة .

وفيها مات عبدُ الجبّار الجَرّاحي(3) ، والحسينُ بنُ عمر بن بَرْهان الغَزّال(4) ، وأبو الحسن بن رَزْقويه(5) ، ومنيرُ بن أحمد الخشّاب(6) ،

(1) فينبغي على التلميذ أن يسأل أستاذه أو يناقشه في أمر ما بأسلوب مهذب وسائغ ، وينبغي على الأستاذ أن يأذن له ويستمع إليه ، ويعترف بالخطأ إذا تبين له ، وأن يغرس في نفس طالب العلم ملكة النقد ، كما كان يفعل السلف الصالح رضوان الله عليهم .

(2) في « تاريخ بغداد » ٢ / ٢٤٨ .

(3) ستَرِد ترجمته برقم (١٥٤) .

(4) ستَرِد ترجمته برقم (١٦١) .

(5) ستَرِد ترجمته برقم (١٥٥) .

(6) ستَرِد ترجمته برقم (١٦٣) .

سؤالات مسعود بن علي السجزي

مع "أسئلة البغداديين عن أحوال الرواة"

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

المتوفى سنة ٤٠٥ هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور موفق بن عبد الله بن عبد القادر

دار الغرب الإسلامي

٣٠ ـ أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمي(١)، كثير السماع والطلب متقن فيه، من بيت الحديث والزهد، والتصوف. *

= المغربي، القيرواني، نزيل نيسابور. قال الحاكم: خرجت من مكة متحسراً على رؤيته، ثم خرج لمحنة، وقدم نيسابور، فاعتزل الناس أولاً، ثم كان يحضر الجامع. توفي سنة ثلاث وسبعين وثلاثمائة»، ترجمته في: طبقات الصوفية للسلمي: (٤٧٩ ـ ٤٨٣)، تاريخ بغداد: (١١٢/٩ ـ ١١٣)، الرسالة القشيرية: (٢٩ ـ ٣٠)، المنتظم: (١٢٢/٧ ـ ١٢٣)، سير أعلام النبلاء: ٣٢٠/١٦، تاريخ الإسلام: وفيات (٣٧٣ هـ)، العبر: ٣٦٥/٢، البداية والنهاية: ٣٠٢/١١، طبقات الأولياء لابن الملقن: (٢٣٧ ـ ٢٣٨)، النجوم الزاهرة: ١٤٤/٤، طبقات الشعراني: ١٤٣/١، شذرات الذهب: ٨١/٣، نتائج الأفكار القدسية: ١٢/٢، هدية العارفين: ٣٨٩/١.

٣٠ ـ لسان الميزان: ١٤٠/٥.

(١) «الإمام الحافظ المحدث شيخ خراسان وكبير الصوفية، أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين بن محمد السلمي النيسابوري الصوفي.

قال الخشاب: كان مرضياً عند الخاص والعام، والموافق والمخالف، والسلطان والرعية. قال الخطيب: قال لي محمد بن يوسف القطان النيسابوري: كان أبو عبد الرحمن السلمي غير ثقة، وكان يضع للصوفية الأحاديث.

وقال الخطيب: قدر أبي عبد الرحمن عند أهل بلده جليل، ومحله في طائفته كبير، وقد كان مع ذلك صاحب حديث مجوداً جمع شيوخاً وتراجم وأبواباً. وقال السبكي: قول الخطيب فيه هو الصحيح، وأبو عبد الرحمن ثقة، ولا عبرة بهذا الكلام فيه.

قال الذهبي في الميزان: تكلموا فيه، وليس بعمدة، وقال في سير أعلام النبلاء: وما هو بالقوي في الحديث. وقال أيضاً: وللسلمي سؤالات للدارقطني عن أحوال المشايخ الرواة سؤال عارف، وفي الجملة ففي تصانيفه أحاديث وحكايات موضوعة، وفي «حقائق تفسيره» أشياء لا تسوغ أصلاً، عدها بعض الأئمة من زندقة الباطنية، وعدها بعضهم عرفاناً وحقيقة، نعوذ بالله من الضلال ومن الكلام بهوى، فإن الخير كل الخير في متابعة السنة والتمسك بهدي الصحابة والتابعين رضي الله عنهم.

وكتابه «حقائق التفسير» له نسخ خطية في مكتبة الأزهر، ودار الكتب المصرية بالقاهرة، ومكتبة البلدية بالإسكندرية، وليته لم يكتبه فقد نقل فيه أقوال الصوفية، دون تمحيص.

٦٥

محمد بن یوسف القطان کی جرح کو اگر قبول بھی کر لیا جائے تو بھی امام ذہبیؒ کے قول سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ السلمی کو روایات حدیث میں ضعیف کہہ رہے ہیں تاریخی روایات میں نہیں اور ابو عبدالرحمٰن السلمی کا ابن منصورؒ کے حالات وواقعات نقل کرنا بھی تاریخی روایات ہیں۔

اصول جرح وتعدیل کی رو سے ایسا ممکن ہے کہ ایک آدمی ایک فن میں ماہر اور ثقہ نہ ہو لیکن دوسرے فن کا امام ہو۔ اسی حقیقت کے پیش نظر محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ بعض ائمہ فن حدیث میں تو نا قابل اعتبار ہیں لیکن فن تفسیر یا فن مغارزی میں ان کی روایات قابل قبول ہوتی ہیں۔

"قال الامام البیہقی: قال یحیی بن سعید یعنی القطان تساهلوا فی التفسیر عن قوم لایوثقونهم فی الحدیث ثم ذکر لیث بن ابی سلیم و جُوَیْبِرِ بن سعید والضحاک ومحمد بن السائب یعنی الکلبی وقال هولاء لایحمد حدیثهم ویکتب التفسیر عنهم"۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج۱، ص۳۳؛ میزان الاعتدال للذہبی: ج۱، ص۳۹۱؛ التہذیب لابن حجر: ج۱، ص۳۹۸)

محدثین کے اس اصول کی بہترین مثال محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لیکن مغارزی میں امام مانا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر غیر مقلدین حضرات فاتحہ خلف الامام اور طلاق ثلاثہ جیسے موضوعات پر محمد بن اسحاق بن یسار کی روایات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں: ”محمد بن اسحاق مغارزی میں حجت ہے احکام میں حجت نہیں خصوصاً جب وہ دوسرے ثقات کی مخالفت کرے“۔(ضعیف ابی داوٗد: ج ۲، ص ۱۶۵)

٥ - كتاب المناسك ٤٤ - الإحصار ٣٢٥ - حديث

فحلقت رأسي ، ثم نسكت .

(قلت : إسناده حسن ؛ لكن قوله : « فرقاً من زبيب » . . شاذ ، والمحفوظ بلفظ : « ثلاثة آصع من تمر » . كذلك رواه مسلم والمصنف في الكتاب الآخر (١٦٢٤ - ١٦٢٦) ، قال الحافظ : « وهو المحفوظ ») .

إسناده : حدثنا محمد بن منصور : ثنا يعقوب : حدثني أبي عن ابن إسحاق .

قلت : وهذا إسناد حسن للخلاف المعروف في ابن إسحاق ، وقد صرح بالتحديث ، فزالت شبهة تدليسه ، وإنما يخشى منه الوهم ، فقد ذكر لفظة غريبة في هذه القصة ، وهي : « الزبيب » : فإن المحفوظ عند مسلم وغيره - كالمصنف من طرق - بلفظ : « تمر » ؛ ولذلك قال الحافظ (١٤/٤) :

« وأمّا الزبيب ؛ فلم أره إلا في رواية ابن إسحاق عن الحكم ، وابن إسحاق حجة في المغازي ، لا في الأحكام إذا خالف ، والمحفوظ رواية التمر . . . » .

قلت : وقد خالفه شعبة فرواه عن الحكم . . . مختصراً جداً ، فقال أحمد (٢٤٣/٤) : ثنا عفان : ثنا شعبة : أنا الحكم عن ابن أبي ليلى عن كعب بن عجرة قالت : نزلت فيّ .

والحديث أخرجه البيهقي (٥٥/٥) من طريق المصنف .

٤٤ - باب الإحصار

٣٢٥ - عن محمد بن إسحاق عن عمرو بن ميمون قال : سمعت أبا حاضر الحميري يحدث أبي ميمون بنَ مهران قال :

خرجت معتمراً عام حاصر أهلُ الشام ابنَ الزبير بمكة ، وبعث معي رجالٌ من قومي بهدي ، فلما انتهينا إلى أهل الشام ؛ منعونا أن ندخل

١٦٥

محمد بن یوسف القطان نے السلمی پر دوسرا الزام یہ بھی لگایا ہے کہ وہ امام حاکم کی وفات کے بعد یحییٰ بن معین کی تاریخ سے اصم کی روایات بیان کرنے لگے۔ یہ جرح بھی مبہم ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل یا مثال نہیں ملتی۔

امام حاکم کا انتقال ۴۰۵ھ میں ہوا۔ اس وقت ابو عبد الرحمٰن السلمی کی عمر ۸۰ سال تھی۔ کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص ساری زندگی زہد و تقویٰ کی زندگی گزارتا رہے اور بڑھاپے میں ایک معمولی بات کے ذریعے اپنے تمام نامہ اعمال کو سیاہ کرلے۔ اس لیے بظاہر السلمی کو وضع حدیث سے متہم کرنے یا دوسرے اعتراض سے قتہم کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۷، ص ۴۳۳)

امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ فرماتے ہیں: ”كثير السماع والطلب متقن فيه من بيت الحديث والزهد والتصوف“۔ (سؤالات السجزی للحاکم: ص ۶۵)

سؤالات مسعود بن علي السجزي

مع "أسئلة البغداديين عن أحوال الرواة"

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

المتوفى سنة ٤٠٥ هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور موفق بن عبد الله بن عبد القادر

دار الغرب الإسلامي

٢٠ ـ أبو عبد الرَّحمٰن مُحمَّد بْنُ الحُسَيْن السُّلَمي⁽¹⁾، كَثير السَّماعِ والطَّلَبِ مُتقَنٌ فيهِ، مِن بيتِ الحديثِ والزُّهْدِ، والتَّصوُّفِ. ٭

= المَغْرِبيُّ، القَيْرواني، نزيل نيسابور. قال الحاكم: خرجتُ مِن مَكَّة مُتحَسِّراً على رؤيَتِه، ثُمَّ خَرَج لمحنة، وقدم نَيْسابور، فاعتزل الناس أوّلاً، ثم كان يَحْضُر الجامع. توفي سنة ثلاث وسبعين وثلاثمائة»، ترجمته في: طبقات الصُّوفية للسلمي: (٤٧٩ ـ ٤٨٣)، تاريخ بغداد: (٩/١١٢ ـ ١١٣)، الرسالة القشيرية: (٢٩ ـ ٣٠)، المنتظم: (٧/١٢٢ ـ ١٢٣)، سير أعلام النبلاء: ١٦/٣٢٠، تاريخ الإسلام: وفيات (٣٧٣ هـ)، العبر: ٢/٣٦٥، البداية والنهاية: ١١/٣٠٢، طبقات الأولياء لابن المُلَقِّن: (٢٣٧ ـ ٢٣٨)، النجوم الزاهرة: ٤/١٤٤، طبقات الشعراني: ١/١٤٣، شذرات الذهب: ٣/٨١، نتائج الأفكار القدسية: ٢/١٢، هدية العارفين: ١/٣٨٩.

٭ ٢٠ ـ لسان الميزان: ٥/١٤٠.

(١) «الإمام الحافظ المُحدِّث شيخ خُراسان وكبير الصوفية، أبو عبد الرَّحمٰن مُحمَّد بن الحُسَيْن بن مُحمَّد السُّلَمي النَّيْسابوري الصوفي.

قال الخشّاب: كانَ مَرْضِيّاً عند الخاصّ والعامّ، والمُوافق والمُخالِف، والسلطان والرَّعيَّة. قال الخطيب: قال لي محمدُ بنُ يوسُف القطان النيسابوري: كان أبو عبد الرَّحمٰن السُّلمي غير ثقة، وكان يضع للصُّوفية الأحاديث.

وقال الخطيب: قَدْرُ أبي عبد الرَّحمٰن عند أهل بلده جَليل، ومحله في طائفته كبير، وقد كانَ مع ذلك صاحب حديث مُجوداً جمع شيوخاً وتراجم وأبواباً. وقال السُّبكي: قول الخطيب فيه هو الصحيح، وأبو عبد الرَّحمٰن ثِقَةٌ، ولا عِبْرَةَ بهذا الكلام فيه.

قال الذَّهبي في الميزان: تَكلَّموا فيه، وليس بعُمْدَة، وقال في سير أعلام النبلاء: وما هو بالقويِّ في الحديث. وقال أيضاً: وللسُّلَمي سؤالات للدّارقطني عَن أحوال المشايخ الرُّواةِ سؤال عارفٍ، وفي الجملةِ ففي تصانيفه أحاديث وحكاياتٌ موضوعَة، وفي «حقائق تفسيره» أشياء لا تسوغُ أصلاً، عَدَّها بعض الأئمَّةِ مِن زَنْدَقةِ الباطنيَّة، وعدَّها بعضُهُم عِرْفاناً وحَقيقةً، نعوذُ بالله مِنَ الضَّلال ومِنَ الكلامِ بهوىً، فإنَّ الخير كُلَّ الخيرِ في متابعَةِ السُّنَّةِ والتَّمسك بِهَدْي الصَّحابةِ والتَّابعين رضي الله عنهم.

وكتابه «حقائق التفسير» له نسخ خطيَّة في مكتبة الأزهر، ودار الكتب المصرية بالقاهرة، ومكتبة البلدية بالإسكندرية، وليته لم يكتبه فقد نقل فيه أقوال الصوفية، دون تمحيص.

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ''صوفیاء کے جن اکابر مشایخ کا تذکرہ ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے، مثلاً: فضیل بن عیاض، جنید بن محمد [بغدادی]، سہل بن عبد اللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی، ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی وغیرہ، انکا کلام سنت وعقائد صحیحہ کے مطابق ہے، اور انہوں نے اس بارے میں کتب بھی تصنیف کی ہیں''۔(کتاب الصفدیۃ: ج۱، ص۲۶۷)

كتاب الصفدية

تأليف شيخ الإسلام ابن تيمية

أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

طبع على نفقة أحد المحسنين

وقف لله تعالى

١٤٠٦هـ

كما قالوا لعبد الله بن المبارك : بماذا نعرف ربنا ؟ قال : بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه . وهكذا قال سائر الأئمة كأحمد بن حنبل واسحٰق بن راهويه وعثمان بن سعيد والبخارى وغيرهم ، حتى قال محمد بن اسحق بن خزيمة الملقب بامام الأئمة : من لم يقل ان الله فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه فانه يستتاب فان تاب والا قتل ، كما ذكر ذلك عنه الحاكم أبو عبد الله النيسابورى وصاحبه الملقب بشيخ الاسلام أبي عثمان الصابوني وغيرهما .

والشيوخ الأكابر الذين ذكرهم أبو عبد الرحمن السُّلَمي في « طبقات الصوفية » وأبو القاسم القشيرى في « الرسالة » كانوا على مذهب أهل السنة والجماعة ومذهب أهل الحديث كالفضيل بن عياض والجنيد بن محمد وسهل بن عبد الله التسترى وعمرو بن عثمان المكى وأبو عبد الله محمد بن خفيف الشيرازى وغيرهم، وكلامهم موجود في السنة،/ وصنفوا فيها الكتب ، لكن بعض المتأخرين منهم كان على طريقة بعض أهل الكلام في بعض فروع العقائد ، ولم يكن فيهم أحد على مذهب الفلاسفة ، وانما ظهر التفلسف في المتصوفة المتأخرين ، فصارت المتصوفة تارة على طريقة صوفية أهل الحديث وهم(١) خيارهم وأعلامهم ، وتارة على اعتقاد صوفية أهل الكلام فهؤلاء دونهم، وتارة على اعتقاد صوفية الفلاسفة كهؤلاء الملاحدة . ظ ٨٣

ذكره ثلاث عقائد في أول الفتوحات

ولهذا ذكر ابن عربى في أول « الفتوحات » ثلاث عقائد : عقيدة مختصرة من «ارشاد» أبي المعالى بحججها الكلامية (٢)،

(١) فى الاصل : وهو .

(٢) فى الأصل : عقيدة مختصرة من ارشاد أبى المعالى وعقيدة بحججها الكلامية . ورأيت أن حذف كلمة (وعقيدة) أولى . والاشارة هنا الى كتاب « الارشاد الى قواطع الادلة فى أصول الاعتقاد » لأبى المعالى الجوينى .

حافظ جمال الدین ابن الزکی المزیؒ نے اپنی کتاب تہذیب الکمال میں ابوعبدالرحمٰن سُلمی سے روایت نقل کرکے ان کی توثیق فرمائی ہے۔ ”ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی صوفی کہتے ہیں کہ میں نے حافظ دار قطنی سے پوچھا کہ ابن خزیمہ اور نسائی جب کوئی حدیث روایت کریں تو آپ کس کو مقدم رکھیں گے؟ کہا: نسائی کو اس لیے کہ وہ بڑے مسند ہیں، لیکن یہ بات بھی ہے کہ میں نسائی پر کسی کو بھی فوقیت نہیں دیتا گرچہ ابن خزیمہ بے مثال امام اور پختہ عالم ہیں“۔ (تہذیب الکمال: ج۱، ص ۳۳۴، ۳۳۵)

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

المجلد الأول

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

أستاذ ورئيس قسم التاريخ بكلية الآداب
جامعة بغداد

وقال أيضاً: سمعتُ جعفرَ بن محمد بن الحارث يقول: سمعتُ مأمون[١] المصريَّ الحافظَ يقول: خرجنا مع أبي عبد الرحمان إلى طَرَسُوس سنةَ الفداء، فاجتمع جماعةٌ من مشايخ الإسلام، واجتمع من الحُفّاظِ: عبد الله بن أحمد بن حنبل ومحمد بن إبراهيم مُرَبَّع وأبو الآذان[٢] وكيلَجَة[٣] وغيرهم، فتشاوروا مَن يَنْتَقِي لهم على الشيوخ، فأجمعوا على أبي عبد الرحمان النَّسائيِّ فكتبوا كُلُّهم بانتخابه.

وقال أيضاً: سمعتُ أبا الحُسين محمد بن المُظَفَّر الحافظَ يقولُ: سمعتُ مشايخَنَا بمصرَ يَعْتَرِفون لأبي عبد الرحمان النَّسائيِّ بالتَّقَدُّم والإمامة، ويصفون من اجتهادِهِ في العبادةِ بالليلِ والنهار ومُواظبته على الحج والاجتهاد، وأنه خرجَ إلى الفداء مع والي مصر فَوُصِفَ من شهامته وإقامته السننَ المأثورة في فداء المسلمين والمشركين واحترازه عن مجالسة السلطان الذي خرج معه والانبساط بالمأكول والمَشْروب في رَحله، وأنه لم يزل ذلك دأبَهُ إلى أنْ اسْتُشهِدَ رضيَ الله عنه بدمشق من جهةِ الخوارج.

وقال أيضاً: سَمِعتُ عليَّ بنَ عُمر الحافظَ غير مرة يقول: أبو عبد الرحمان مُقَدَّمٌ على كلِّ مَن يُذكر بهذا العلم من أهل عصره.

وقال أبو عبد الرحمان محمد بن الحسين السُّلَميُّ الصوفيُّ: سألتُ أبا الحسن عليَّ بن عمر الدَّارَقُطْنِيَّ الحافظَ، فقلتُ: إذا حَدَّثَ محمد بن إسحاق بن خُزَيْمةَ وأحمد بن شُعَيْب النَّسائيُّ حديثاً مَن تُقَدِّمُ منهما؟ قال: النَّسائيَّ لأنه أسند، على أنّي لا أُقدِّم على النَّسائي أحداً وإنْ كانَ ابن خُزَيْمَةَ إماماً ثَبتاً مَعْدُومَ النَّظِيْر.

(١) في حواشي النسخ من قول المؤلف: «هو أبو القاسم الحسين بن محمد بن داود».
(٢) في حواشي النسخ قول للمؤلف نصه: «وأبو الآذان اسمه عمر بن إبراهيم».
(٣) في حواشي النسخ أيضاً: «وكيلجة اسمه محمد بن صالح بن عبد الرحمان».

زبیر علی زئی صاحب کاچوتھا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب ''القول المنصور فی ابن المنصور، سیرت منصور حلّاج'' پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو میں چوتھا جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطورِ ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آگیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے''۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۹)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو | 9 | شمارہ: 21

مثال نمبرا۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا" (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے....."

(سیرت منصور حلاج ص ۴۷ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریۃ میں یہ عبارت بحوالہ ابو عبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابو عبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وكان صدوقاً، له معرفة بالحديث وقد درس شيئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقيم وطريقة جميلة / تاریخ بغداد ۳/ ۴۱۱) فرماتے ہیں کہ:

"كان أبو عبدالرحمٰن السلمي غير ثقة...... وكان يضع للصوفية الأحاديث" ابو عبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا...... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابو نصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہیے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ وزندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "ولا أرى يتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذكر أنه عين الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا ترى ابن عربي صاحب الفصوص يعظمه

9

یہاں بھی زبیر علی زئی صاحب نے کتنی ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولا ہے کہ "کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے"، حالانکہ عبدالکریم بن ہوازن نے کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر نہیں بلکہ رسالہ قشیریہ کے مقدمہ میں حسین بن منصور حلّاجؒ کا مکمل عقیدہ توحید بیان کیا اور ساتھ ہی کتاب الشعب (توحید سے واقفیت کے بیان) اور باب المحبۃ (عشق الٰہی کے بیان) میں بھی ان کا کلام درج کیا ہے، جس سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ نے حسین بن منصورؒ کا عقیدہ توحید اور عشق الٰہی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) اپنی کتاب رسالۃ القشیریۃ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ: "ہم کو شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ نے خبر دی کہ میں نے محمد بن غالب سے سنا کہ انہوں نے ابو نصر احمد ابن سعید الاسفنجانی سے سنا کہ حسین بن منصور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث لازم کر دیا ہے کیونکہ قدیم ہونا اس کے لئے مخصوص ہے۔ پس جس چیز کا ظہور جسم سے ہے اس کے لئے عرض لازم ہے اور جو چیز آلات و اسباب سے مجتمع ہوئی ہے اس کی قوتیں اس کو تھامے ہوئے ہیں (یعنی وہ ان قوتوں کی

محتاج ہے)اور جس چیز کوایک وقت مجتمع کرتا ہے دوسرا وقت اسکو متفرق کر دیتا ہے جسکواس کا غیر قائم کرتا ہے۔ اس کو دوسرے کی احتیاج ہے جس پر وہم کی دسترس ہو سکتی ہے، تصویر خیالی اس تک پہنچ سکتی ہے۔

اور جس کو محل اور مکان اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس کو کیفیت مکانی محیط ہے جو کسی جنس کے تحت میں ہے اس کے لئے مکیف اور ممیّز ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جنس کے تحت میں انواع ہوتی ہیں اور ہر نوع دوسری نوع سے کسی فصل کے ذریعہ ممتاز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر نہ کوئی مکان فوق سایہ فگن ہے، نہ کوئی مکان تحت اس کو اٹھائے ہوئے ہے، کوئی حد اس کے سامنے نہیں اور کوئی قریب ونزدیک اس کا مزاحم نہیں (یعنی اسکے نزدیک کوئی نہیں جو مزاحمت کا استعمال ہوسکے) نہ کوئی اس کو اپنے پیچھے لے سکتا ہے نہ سامنے ہو کر اس کو محدود کر سکتا ہے، نہ اولیّت نے اس کو ظاہر کیا نہ بعدیت نے اس کی نفی کی، نہ لفظ کل نے اس کو اپنے اندر لیا (کیونکہ نہ وہ کسی کل کا جزو ہے نہ کلی کا فرد ہے) نہ لفظ کان نے اس کو ایجاد کیا نہ لیس نے اس کو مفقود کیا (یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے اور ایسا نہیں ہے تو یہ مطلب نہیں کہ تمہارے بیان کے بعد وہ ایسا ہو گیا اور تمہاری تزیہ کے بعد وہ ایسا نہیں رہا، بلکہ جن صفاتِ کمال سے وہ موصوف ہے ہمیشہ سے موصوف ہے اور جن عیوب سے وہ منزہ ہے ہمیشہ سے منزہ ہے)۔

اس کے وصف کے لئے کوئی تعبیر نہیں (اور جو تعبیر ہے بھی وہ ناقص ہے) اسکے فعل کی کوئی علت نہیں، اسکے وجود کی کوئی نہایت نہیں (نہ ماضی میں نہ مستقبل میں کیونکہ وہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی)۔

وہ اپنی مخلوق کے احوال (وکیفیات) سے منزہ ہے اس کو اپنی مخلوق سے کسی قسم کا امتزاج (واختلاط) نہیں، نہ اس کے فعل میں آلات واسباب کی احتیاج، وہ اپنی قدامت کے سبب مخلوق سے الگ ہے، جیسا مخلوق اپنے حدوث کے سبب اس سے الگ ہے (پس خالق مخلوق کے اندر نہ حلول کر سکتا ہے نہ اس کے ساتھ متحد ہو سکتا ہے)۔

اگر تم کہو کہ وہ کب ہوا؟ تو اس کا وجود وقت (اور زمانہ سے) سابق ہے اگر تم ھو کہو (یعنی اس کی طرف ھو یا وہ کہہ کر اشارہ کرو) تو ہا اور واؤ اسی کے پیدا کیئے ہوئے ہیں اور مخلوق سے خالق پر اشارہ نہیں ہو سکتا محض یاد کے درجے ہیں یا تمام تصور ہو سکتا ہے۔ اگر تم کہو وہ کہاں ہے؟ تو ہر مکان سے اس کا وجود مقدم ہے، حرف اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں)۔

اور اس کا وجود ہی خود اس کا مثبت ہے اور اس کی معرفت یہ ہے کہ اس کو واحد جانو۔ اور توحید یہ ہے کہ مخلوق سے اس کو ممتاز (اور الگ) سمجھو، جو کچھ وہم کے تصور میں آتا ہے وہ اس کے غیر کا ہے۔

اور جو چیز اس (کے پیدا کرنے) سے پیدا ہوئی وہ اس میں کیونکر حلول کر سکتی ہے کیونکہ حال و محل میں اتحاد ہوتا ہے اور حادث قدیم کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا، اور جس چیز کو اس نے نشو ونما دیا اس کی طرف کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ آنکھیں اپنے اندر اس کو نہیں لے سکتیں اور گمان اس کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس کا قرب یہ ہے کہ مکرم بناوے، اور بعد یہ ہے کہ ذلیل کر دے۔

اسکی بلندی چڑھائی کے ساتھ نہیں، اس کا آنا بدون انتقال کے ہے۔

وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، قریب بھی ہے اور بعید بھی، اسکی مثال مثل کوئی شیئ نہیں، وہی سننے والا دیکھنے والا ہے"۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص۲۸-۲۷)

"محمد بن احمد اصفہانیؒ نے بتایا کہ ایک شخص حضرت حسین بن منصورؒ کے قریب آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، وہ حق کون ہے جس کی طرف صوفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا جو سب کو بنا دینے والا ہے مگر اسے بنانے والا کوئی نہیں جسے اس کی علت قرار دیا جائے"۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص۴۹۶)

"حسین بن منصورؒ اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ: محبوب سے تمہاری محبت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام اوصاف بالائے طاق رکھ دو"۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص۵۲۳)

اسی طرح خطیب بغدادیؒ نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے بھی روایت بیان کی ہے جس سے حسین بن منصورؒ کا صحیح العقیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ:"میں نے حسین بن منصور سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتوں میں ہے۔(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیّر حال کا خوف"۔(تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۲)

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها
تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ
المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢
حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف
٨

تَشْغَلها بالحقّ، شَغَلتك عن الحقّ. وقال له آخر: عِظْني، فقال له: كن مع الحقّ بحكم ما أوْجَب.

أخبرنا محمد بن عيسى بن عبدالعزيز البَزّاز بهَمَذان، قال: حدثنا عليّ بن الحسن الصَّيْقلي، قال: سمعتُ أبا الطَّيب محمد بن الفَرُّخان يقول: سمعتُ الحُسين بن منصور الحَلاّج يقول: علم الأولين والآخرين مَرجعهُ إلى أربع كلمات: حبُّ الجَليل، وبُغض القليل، واتّباع التّنزيل، وخَوف التَّحويل.

حدثنا عبدالعزيز بن عليّ الوَرّاق، قال: سمعتُ عليّ بن عبدالله بن جَهْضَم يقول: كتبَ الحُسين بن منصور إلى أحمد بن عطاء: أطالَ الله لي حياتَكَ، وأعدَمَني وفاتَكَ، على أحسن ما جَرَى به قدرٌ، أو نَطَقَ به خَبرٌ، مع ما أنَّ لك في قلبي من لواهج[1] أسرار مَحبّتِك، وأفانينَ ذَخائِر مَوَدَّتك، ما لا يُتَرجِمهُ كتابٌ، ولا يُحصيه حسابٌ، ولا يُفنيه عتابٌ، وفي ذلك أقول[2] [من الطويل]:

كتبتُ ولم أكتب إليكَ وإنما   كتبتُ إلى رُوحي بغير كتابِ
وذلك أنَّ الرُّوح لا فَرْقَ بينها   وبين مُحِبيها بفَصْلِ خطابِ
فكُلُّ كتابٍ صادرٍ منك واردٌ   إليكَ بما رَدُّ الجواب جوابي

أنشدنا محمد بن الحسن بن أحمد الأهوازي، قال: أنشدنا أبو حاتِم الطَّبَري للحُسين بن منصور[3] [من الرمل]:

جُبِلت روحُكَ في روحي كما   يُجبَلُ العَنبرُ بالمِسكِ الفَتِق[4]
فإذا مَسَّك شيءٌ مَسّني   فإذا أنت أنا لا نَفْتَرِق

(١) في م: «لواعج»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) ديوانه ٣١.
(٣) ديوانه ٦٧.
(٤) في م: «الفتق»، وفي الديوان: «الفتق»، وما أثبتناه مجود التقييد في النسخ العتيقة، وهو بمعنى الفتق.

٦٩٢

زبیر علی زئی صاحب کا پانچواں جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب "القول المنصور فی ابن المنصور، سیرت منصور حلاّج" پر اپنے دوسرے اعتراض میں پانچواں جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: "علمی میدان میں عبد الوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح و ثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۱۰)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو | 10 | شمارہ: 21

ویقع فی الجنید واللّٰہ الموفق"

"میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھو گے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں" (لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۵، و سیرت منصور حلاج ص ۴۵ حاشیہ)

اہل وحدت مطلقہ سے مراد وہ صوفی حضرات ہیں جو وحدت الوجود اور حلولیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تعالی اللّٰہ عما یقولون علواً کبیراً ،

اس قول کا رد ظفر احمد تھانوی صاحب نے رسالہ قشیریہ کی موضوع روایت سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ رد تحقیقی میدان میں بذات خود مردود ہے۔ تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ "ابن منصور اور جنید کا عقیدہ تو حید ایک ہی تھا" [ص ۴۶] مگر انہوں نے اس دعویٰ پر کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔ علمی میدان میں عبدالوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح و ثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

"الحدیث" حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ "الحدیث" میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے بھی اصل کتابوں سے صحیح و ثابت سندوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔ ضعیف روایات اور ضعیف حوالوں کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے والحمد للّٰہ علی ذلک

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں یا سلف صالحین کے آثار و اسماء الرجال کے حوالے، سب کے لئے صحیح و حسن لذاتہ اسانید کی ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

"الإسناد من الدین ، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

وما علینا إلا البلاغ (۱۴ شوال ۱۴۲۶ھ)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے:

"جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہو گیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انہیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔" (کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)

الجواب: یہ روایت بے سند و بے اصل ہے۔ اسے عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں "روایت کیا گیا ہے کہ" کے الفاظ سے بے سند و بے حوالہ لکھا ہے (جلد دوم ص ۵۹۱، اردو مترجم، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، ۴۰ اردو بازار لاہور)

مشہور صوفی احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

"وذکر ابن الجوزی أنه روی عن جعفر بن محمد قال: کان الماء یستقع فی جفون النبی ﷺ فکان علي یحسوه ، وأما ماروي أن علیاً لما غسله ﷺ امتص ماء محاجر عینیه فشربه وأنه قدورث بذلک علم الأولین والآخرین، فقال النووي: لیس بصحیح"

10

لگتا ہے زبیر علی زئی صاحب کے خود ساختہ علمی میدان میں بے سند حوالوں سے تو کام نہیں چلتا لیکن جھوٹ اور کذب بیانیوں سے ضرور کام چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اپنی صرف چار صفحات پر مشتمل ناقص تحقیق کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کتنی ڈھٹائی کے ساتھ پانچ جھوٹ بول ڈالے۔ زبیر علی زئی صاحب کا بلا دلیل امام عبد الوہاب الشعرانیؒ کو خرافی صوفی بدعتی کہنا بہت بڑا جھوٹ اور صریح بہتان ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کے اس جھوٹے اور بے بنیاد الزام کا مکمل رد امام عبد الوہاب الشعرانیؒ کی عقائد پر لکھی ہوئی کتاب "الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر" سے ہوتا ہے، جس میں انہوں نے عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ ختم نبوت، عقیدہ آخرت، عذاب قبر، جنت و جہنم اور دیگر بنیادی عقائد کو قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے آپ کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی بدعت کی جامع و معنیٰ تعریف قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائی ہے۔

امام عبد الوهاب الشعرانیؒ اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر" میں ایک استفتاء کے جواب میں بدعت حسنہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(فإن قلت): فهل يلحق بالسنة الصحيحة في وجوب الإذعان لها ما ابتدعه المسلمون من البدعة الحسنة ؟
(فالجواب): كما قاله الشيخ في الباب الثاني و الستين و مائتين: إنه يندب الإذعان لها ولا يجب كما أشار إليه قوله تعالي: ﴿وَرَهبَانِيَّةً أبْتَدَعُوها مَا كَتَبْنٰها عَلَيْهِم﴾ [الحديد:٢٧] وكما أشار إليها قوله صلي الله عليه وآله وسلم: ﴿من سن سنة حسنة﴾ فقد أجاز لنا ابتداع كل ما كان حسناً وجعل فيه الأجر لمن ابتدعه ولمن عمل به مالم يشق ذلک علي الناس، وأخبر أن العابد لله تعالى بما يعطيه نظره إذا لم يكن على شرع من الله تعالى معين يحشر أمة وحده، يعني بغير إمام يتبعه، فجعله خيراً وألحقه بالأخيار"۔"اگر تو اعتراض کرے کہ بدعت حسنہ میں سے جو نئی چیز مسلمانوں نے اختیار کی ہے کیا وہ وجوب اقرار میں سنت صحیحہ کے ساتھ (درجہ میں) مل جاتی ہے؟
اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس نئی چیز یعنی بدعت حسنہ کا اقرار کرنا مندوب ہے نہ کہ واجب جیسا کہ اس چیز کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے ﴿وَرَهبَانِيَّةً أبْتَدَعُوها مَا كَتَبْنٰها عَلَيْهِم﴾[الحدید:۲۷]،(انہوں نے اس رہبانیت کو از خود شروع کر لیا تھا یہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی) اور جیسا کہ اسی چیز کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے ﴿من سن سنة حسنة﴾(جس نے کوئی اچھا طریقہ شروع کیا) اور ہر وہ چیز جو اچھی ہو اسے شروع کرنا ہمارے لیے جائز ہے اور اس میں شروع کرنے والے کے لئے اور اس پر عمل کرنے والے کے لئے اجر رکھ دیا گیا ہے جب تک اس اچھی چیز پر عمل کرنا لوگوں کو مشقت میں نہ ڈالے"۔(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر: ج۲، ص۳۸۳)

اليواقيت والجواهر
في بيان عقائد الأكابر

وبأسفله
الكبريت الأحمر
في بيان علوم الشيخ الأكبر
محيي الدين بن العربي المتوفى سنة (٦٣٨ ﻫ)
وهو منتخب من كتاب لواقح الأنوار القدسية
المختصر من الفتوحات المكية

تأليف
الشيخ عبد الوهاب بن أحمد بن علي الشعراني الشافعي الحنفي
(ت ٩٧٣ ﻫ)

طبعة جديدة مصححة ومخرجة الآيات القرآنية الكريمة

الجزء الثاني

دار إحياء التراث العربي — مؤسسة التاريخ العربي
بيروت - لبنان

المبحث السابع والثلاثون: في بيان وجوب الإذعان والطاعة لكل ما جاء به ﷺ من الأحكام ٣٨٣

دعهما يا أبا بكر فإنه يوم عيد وأطال الشيخ في ذلك ثم قال: ولما كان هذا اليوم يوم حظوظ النفوس شرع أيضاً تكرار التكبير في الصلاة ليتمكن من قلوب الناس ما ينبغي للحق تعالى من الكبرياء، والعظمة لئلا يشغلهم حظوظ نفوسهم عن كمال مراعاة حقه جل وعلا. قال: وبما قررنا يعرف حكمة ترك التنفل قبل صلاة العيد إذ المقصود في هذا اليوم فعل ما كان مباحاً على جهة الندب خلاف ما كان عليه ذلك الفعل في سائر الأيام فلا يتنفل في ذلك اليوم سوى بصلاة العيد خاصة لأن الحكم إذا كان مربوطاً بوقت، غلب على ما لم يكن مربوطاً بوقت وأيضاً فإنه إنما ندب اللعب والفرح والزينة في هذا اليوم تذكيراً بسرور أهل الجنة ونعيمهم فلا يدخل مع ذلك مندوب آخر يعارضه ثم إذا زال زمان ذلك الحكم المربوط فحينئذٍ يبادر العبد إلى سائر المندوبات ويرجع ما كان مندوباً إليه في ذلك اليوم مباحاً فيما عداه من الأيام وهذا كله فعل الحكيم العادل في القضايا فإن لنفسك عليك حقاً، واللهو واللعب والطرب في هذا اليوم من حق النفس فلا تكن يا أخي ظالماً لنفسك وأعطها حقها انتهى.

(فإن قلت): فهل يلحق بالسنة الصحيحة في وجوب الإذعان لها ما ابتدعه المسلمون من البدع الحسنة؟

(فالجواب): كما قاله الشيخ في الباب الثاني والستين ومائتين: إنه يندب الإذعان لها ولا يجب كما أشار إليه قوله تعالى: ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَٰهَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحديد: ٢٧] وكما أشار إليها قوله ﷺ: «من سن سنة حسنة، فقد أجاز لنا ابتداع كل ما كان حسناً وجعل فيه الأجر لمن ابتدعه ولمن عمل به ما لم يشق ذلك على الناس» وأخبر أن العابد لله تعالى بما يعطيه نظره إذا لم يكن على شرع من الله تعالى معين يحشر أمة وحده يعني: بغير إمام يتبعه فجعله خيراً وألحقه بالأخيار كما قال في حكيم بن حزام أسلمت على ما أسلفت من خير وكان سأله عن أمور تبرر بها في الجاهلية من عتق وصلة رحم وكرم وأمثال ذلك وقال أيضاً في حق إبراهيم عليه الصلاة والسلام ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ﴾ [النحل: ١٢٠] وذلك قبل أن يوحى إليه وفي الحديث: «بعثت لأتمم مكارم الأخلاق» فمن كان على مكارم الأخلاق فهو على شرع من ربه وإن لم يعلم هو ذلك والله أعلم.

بذا قال سهل والمحقق مثلنا — لأنا وإياهم بمنزل إحسان
ومن عرف الأمر الذي قد ذكرته — يقول بقولي في خفاء وإعلان
ولا يلتفت قولاً يخالف قولنا — ولا يبذر السمراء في أرض عميان
هم الصم البكم الذين أتى بهم — لأسماعنا المعصوم في نص قرآن

وهذا النظم جواب لسائل سأل الشيخ كيف جعل الكبش فداء لإسماعيل عليه السلام، وهو نبي وأين مقام النبي من مقام الكبش ونظم السؤال هو قوله:

جو شخص بدعت کی اتنی خوبصورت اور عمدہ تعریف قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرے وہ خود بدعتی کیسے ہو سکتا ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ زبیر علی زئی صاحب کا بلا دلیل بہتان جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کے اس بہتان کے جواب میں ضروری ہو گا کہ امام عبد الوہاب الشعرانیؒ کا سلسلہ نسب اور علمی قابلیت کی مختصر تفصیل پیش کی جائے تاکہ قارئین کو ان کے علمی مقام کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

شیخ عبد الوھاب بن احمد بن علی الشعرانیؒ کے مختصر حالات

اِمام عبدالوہاب الشعرانیؒ کی وِلادت ۲۷ رمضان المبارک ۸۹۷ھ میں ہوئی اور وفات ۹۷۳ھ میں ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص ۳۰) (المقاصد الحسنہ، امام سخاوی: ص ۲۷؛ دارالکتب العربی)

طبقات امام شعرانی ﴿۳۰﴾ برکات روحانی (اردو ترجمہ)

فرمایا کہ میں نے شرافت کے حوالے سے تمہارا نسب مراد لیا ہے تو انہوں نے عرض کی میرا نسب سیدی محمد بن الحنفیہ کے ساتھ ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا بادشاہی' شرافت اور فقر باہم اکٹھے نہیں ہوتے تو انہوں نے عرض کی: یا سیدی! فقر کے ماسوا کو میں ترک کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ان کی تربیت فرمائی۔ جب طریقت میں تکمیل ہو گئی تو آپ کو صعید مصر کی طرف سفر کرنے کا امر فرمایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ ہو فان کی طرف سکونت اختیار کر نا وہیں تمہاری قبر ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امام شعرانی ۸۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ایک قول کے مطابق ۹۷۳ میں وفات پائی۔

مضافات مصر کے علاقے ریف میں ابتدائی ایام میں اقامت پذیر رہے۔ لواقح الانوار القدسیہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ریف کے علاقے میں ۸ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا آپ بچپنے سے ہی پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب سے ہی میں پابندی وقت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرتا اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے آج تک نماز کا وقت ضائع کیا ہو سوائے ایک دفعہ کے کہ سفر حجاز کے دوران راستے میں نماز ظہر پڑھنا بھول گیا اور تاخیر کی نیت کے بغیر عصر کا وقت داخل ہو گیا۔ کئی دفعہ میں ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کر لیتا حالانکہ ابھی بالغ نہیں تھا۔

۹۱۱ھ کے آغاز میں ریف سے آپ مصر منتقل ہو گئے اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال کی تھی اور اس نقل مکانی کی توفیق کو آپ رب العزت کے احسان و انعام سے تعبیر فرماتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مجھ پر انعام فرمایا کہ میں ریف کا صحرائی علاقہ چھوڑ کر مصر آ گیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مجھے جفاء و جہالت کی سرزمین سے لطف اور علم کے شہر کی طرف منتقل فرمایا اور اس کی طرف سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن و جاء بکم من البدو. یعنی اس نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا جب اس نے مجھے قید خانہ سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا اور اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ناچاقی ڈال دی تھی۔ پس آپ نے اپنے بھائیوں کے صحرا سے آنے کو اپنے اوپر اور بالتبع بھائیوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے طور پر ذکر فرمایا۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اور اپنے ساتھ ظاہر کی گئی حکمت عملی پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور حدیث شریف میں مرفوعاً بیان کیا گیا ہے کہ جس نے صحرا میں سکونت اختیار کی اس نے جفا کی جو شکار کے پیچھے چلا غافل ہوا اور جو ارباب اقتدار کے دروازوں پر آیا فتنہ میں مبتلا ہوا۔

زمانہ نابالغی میں کفایت خداوندی

چند سطور پہلے آپ نے مصر کی سرزمین لطیف و علم میں پہنچنے کا تذکرہ فرمایا اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب میں ۱۲ سال کی عمر میں مصر آیا تو سیدی ابو العباس الغمری کی جامع میں اقامت پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ الجامع اور ان کی اولاد کو مجھ پر بعنایت مہربان کر دیا چنانچہ میں ان کے درمیان ایسے تھا جیسے کہ انہیں میں سے ایک ہوں۔ میں وہی کھاتا جو وہ کھاتے اور وہی پہنتا جو وہ خود پہنتے۔ انہیں میری طرف سے اللہ تعالیٰ ہی جزائے خیر عطا فرمائے گا ان کے پاس وہاں رہتے ہوئے میں نے کتب شرعیہ کے متون اور ان کی اصلاحات یاد کیں اور انہیں شیوخ پر پیش کر کے عقدہ کشائی کا شرف حاصل کیا۔ میرے ظاہر کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں میں ملوث

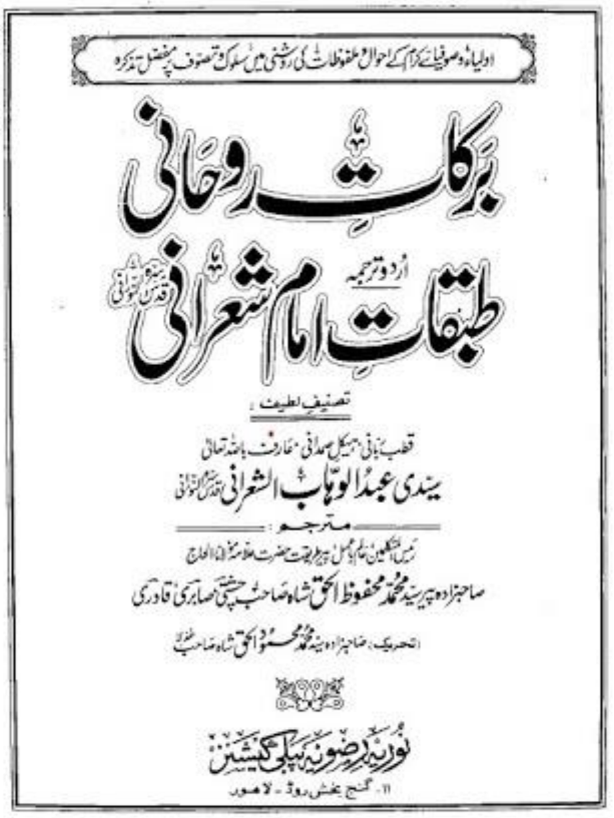

« الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة » ، لخص فيه كتاب « التذكرة » للزركشي وزاد عليه .

ولما جاء الشيخ عبد الوهاب الشعراني (ت ٩٧٣) صنف كتاباً سماه « البدر المنير في غريب أحاديث البشير النذير » .

ثم جاء غرس الدين (ت ١٠٥٧) ؛ فسلك مسلكاً جديداً في هذا الشأن ، حيث نظم قصيدة مطولة سمّاها : « كشف الالتباس عن الأحاديث التي تدور بين الناس » ، جمع فيها - كما يقول - من الأحاديث النبوية ألوفاً ، ومن الفوائد الأثرية صنوفاً ، أبياتها نحو من عشرة آلاف بيت . . . . ثم كتب كتاباً يسهل الوصول إلى هذه المنظومة الصعبة ، هو « تسهيل السبيل إلى كشف الالتباس عما دار من الأحاديث بين الناس » .

ثم جاء نجم الدين بن محمد الغزي (ت ١٠٦١) ؛ فصنف « اتقان ما يحسن من بيان الأخبار الدائرة على الألسن » ضمّنه كتاب « التذكرة » و « الدرر المنتثرة » و « المقاصد الحسنة » ، وزاد عليها فوائد حسنة .

ثم جاء العجلوني (ت ١١٦٢) ؛ فصنف « كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس » حاول فيه أن يجمع كل أحاديث كتب الأئمة الذين سبقوه في هذا الفن .

ثم جاء محمد بن درويش الشهير بالحوت البيروتي (ت ١٢٧٦) ؛ فصنف كتاب « أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب » ، جرّد فيه مؤلفه أحاديث ابن الديبع التي اختصرها من كتاب « المقاصد الحسنة » ، وزاد عليها زيادات ، ثم قام ولده عبد الرحمن بعد وفاة والده فضم الزيادات إلى الأصل ورتبها كلها على حروف الهجاء تسهيلاً للفائدة .

٢٧

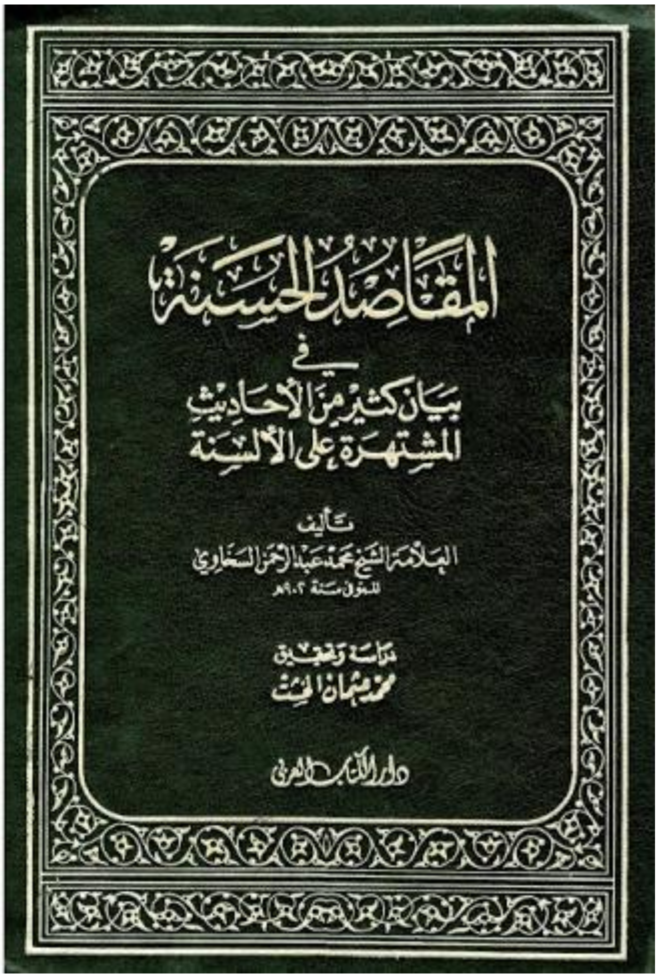

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے: "آپ نے اپنا نسب یوں بیان فرمایا ہے عبد الوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن محمد بن زوفا ابن الشیخ موسیٰ جنہیں بہنسا کے شہروں میں ابو عمران کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ میرے چھٹے دادا ہیں۔ بن سلطان احمد بن سلطان سعید ابن سلطان قاشین ابن سلطان محیا بن سلطان زوفا بن ریان بن سلطان محمد بن موسیٰ ابن السید محمد بن الحنفیہ بن

الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم"۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص۲۹) (ارشاد الطالبین الامام عبدالوہاب الشعرانی: ص۱۱؛ دارالکتب العلمیہ بیروت)

آپ اپنے سلسلۂ نسب وشرافت نسبی کی برکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگرچہ غالب طور پر تقویٰ کے بغیر نسبی شرافت نفع نہیں دیتی لیکن کبھی کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اشارہ اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ [کہف: ۸۲] (جن دو یتیم بچوں کی دیوار حضرت خضر اور موسیٰ علیٰ نبیناو علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کھڑی کر دی) ان دونوں کا باپ نیک تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کا باپ صالح تھا تو وہ اس انعام میں داخل نہ ہوتے اور اس کی صفت صلاح کی تصریح فرمانے کا چنداں فائدہ نہ ہوتا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نادر فی بادشاہوں کی اولاد میں سے کیا"۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص۲۹)

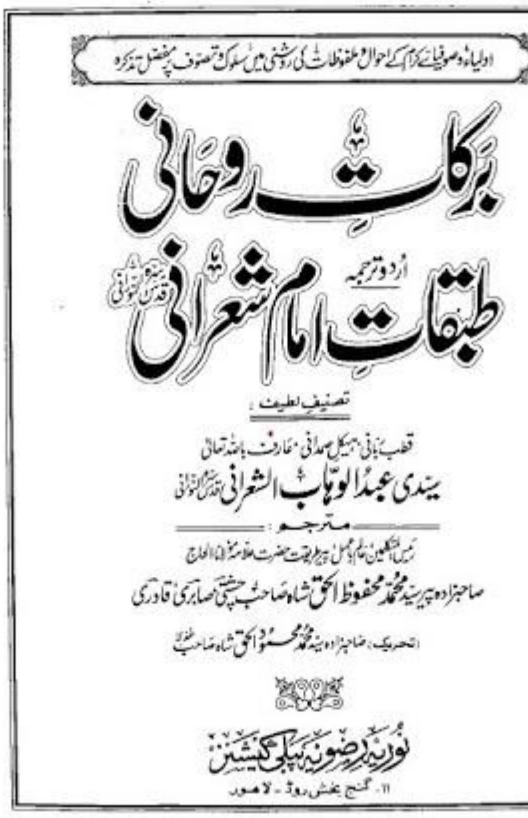

طبقات امام شعرانی ﴿۲۹﴾

تذکرۂ نورانی

العارف باللہ تعالیٰ سیدی عبدالوہاب الشعرانی

قطب ربانی۔ ہیکل صمدانی۔ العارف باللہ تعالیٰ سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی ایک نسبت ہے۔ جس سے بہت سے لوگ مشہور ہیں۔ عام طور پر اسے شعر سے مشتق بتاتے ہیں۔ جس کے معنی "بال" ہیں۔ اور اس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جس کے بال بہت گھنے یا بہت لمبے ہوں بعض معروف اشخاص ایک مقام سے تعلق کی وجہ سے شعرانی کے علاوہ شعراوی بھی کہلاتے تھے۔

آپ کی کنیت ابوالمواہب ہے۔ ایک مثالی کنیت ہے۔ جب کہ آپ اپنے بیٹے کی نسبت سے ابوعبدالرحمٰن کہلاتے تھے لطائف المنن والاخلاق کے باب اول میں آپ نے اپنا نسب یوں بیان فرمایا ہے عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن محمد بن زوفا ابن الشیخ موسیٰ جنہیں بہنسا کے شہروں میں ابوعمران کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ میرے چھٹے دادا ہیں۔ بن سلطان احمد ابن سلطان سعید ابن سلطان قاشین ابن سلطان یحیٰ بن سلطان زوفا ابن سلطان ریان بن سلطان محمد بن موسیٰ ابن السید محمد بن الحنفیہ ابن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احسان فرمایا کہ مجھے شرافت نسبی حاصل ہے۔

شرافت نسبی کی برکت

فرماتے ہیں کہ اگرچہ غالب طور پر تقویٰ کے بغیر نسبی شرافت نفع نہیں دیتی لیکن کبھی کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اشارہ اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے وکان ابوھما صالحا (جن دو یتیم بچوں کی دیوار حضرت خضر اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام نے کھڑی کر دی) ان دونوں کا باپ نیک تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کا باپ صالح تھا تو وہ اس انعام میں داخل نہ ہوتے اور اس کی صفت صلاح کی تصریح فرمانے کا چنداں فائدہ نہ ہوتا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نادرفی بادشاہوں کی اولاد میں سے کیا۔

اور اپنے نسب کے بابرکت ہونے کے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میری ساتویں پشت کے دادا سلطان احمد تلمسان کے بادشاہ تھے اور یہ شیخ ابومدین المغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا۔ اور جب میرے دادا موسیٰ کو شیخ سے شرف ملاقات حاصل ہوا تو آپ نے یعنی شیخ ابومدین نے پوچھا کہ آپ کی نسبت کس کے ساتھ ہے؟ انہوں نے کہا میرے والد سلطان احمد ہیں آپ نے

کُتبِ احادیث کے معروف شارح ومحدثینِ متاخرین کی سَنَد حضرت امام عبدالرؤف المناویؒ (متوفی: ۱۰۳۱ھ) اپنی کتاب "الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ الطبقات الکبریٰ" میں امام شعرانیؒ کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عبدالوھاب بن احمد الشعرانی ہمارے شیخ ہیں، امام ہیں، عالم وعامل ہیں، لوگوں کی نظر میں فضیلت رکھنے والے باعزت شخصیت ہیں اور وصیلہ رکھتے ہیں، عبادت گزار ہیں، پرہیز گار ہیں، فقیہہ ہیں، محدث ہیں، صوفی ہیں، بزرگ ہیں، صاحب نسبت ہیں اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں"۔ (طبقات الکبریٰ للمناوی: ج۳، ص۳۹۲؛ دار صادر بیروت)

طبقات الصوفية

الكواكب الدرية

في تراجم السادة الصوفية

الطبقات الكبرى

تأليف

زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي

(٩٥٢ - ١٠٣١)

تحقيق

محمد أديب الجادر

الجزء الثالث

دار صادر

بيروت

(٧٩٣) عبد الوهاب الشعراوي(*)

عبد الوهابِ بن أحمد الشعراوي شيخُنا الإمامُ العامِل، والهُمامُ الكامِل، إنسانُ عَينِ ذَوي الفضائِل، وعَينُ إنسانِ الواصلينَ من ذَوي الوسائِل، العابدُ، الزَّاهدُ، الفقيهُ، المُحدِّثُ، الصُّوفيُّ، المُربي، المُسلِّك، وهو من ذُرِّيَّةِ الإمام محمد ابن الحنفيَّة.

وُلِدَ ببلدِهِ، ونشأَ بها، وماتَ أبواه[1] وهو طِفلٌ، ومع ذلك ظهرَتْ فيه علامَةُ النَّجابَةِ، ومخائِلُ الرِّئاسةِ والولاية. فحفِظَ القرآنَ، و «أبا شجاع»[2] و «الآجرومية» وهو ابنُ نحوِ سبعٍ أو ثمان. ثمَّ انتقَلَ من الرِّيفِ إلى مصرَ في غرَّةِ سنةِ إحدى عشرة وتسعِ مئة، وعُمرُهُ نحوَ اثنتي عشرةَ سنةً، فقطَنَ بجامعِ الغَمريّ، وجَدَّ واجتهدَ، فحفِظَ عِدَّةَ مُتونٍ منها: «مِنهاجَ النَّوويِ» والألفيَّتَين، و «التَّوضيح»، و «التَّلخيص»، و «الشَّاطبيَّة»، و «قواعدَ ابنِ هشام»، بل حفِظَ «الرَّوض» إلى القضاء على الغائب. وذلك من كراماتِه، فقد وقفتُ على ما لا يكادُ يُحصى من الطَّبقاتِ والتَّواريخ فلم أرَ في ترجمةِ أحدٍ من الأعيانِ أنَّه حفظَهُ ولا بعضَهُ.

(*) الكواكب السائرة ٣/١٧٦، شذرات الذهب ٨/٣٧٢، هدية العارفين ١/٦٤١، طبقات الشاذلية ١٣٨، جامع كرامات الأولياء ٢/١٣٤، فهرس الفهارس ٢/١٠٧٩، معجم المطبوعات العربية ١١٢٩، تاريخ الأدب العربي لبروكلمان ٨/٢٥٥، التصوف الإسلامي ٢/٢٧٦، معجم المؤلفين ٦/٢١٨، الخطط التوفيقية ٢/٣٣٩، و ١٤/١٠٩. وقد ترجم الشعراني نفسه ترجمة كاملة في مقدمة كتابه لطائف المنن، وهناك كتب أفردت ترجمته مثل: الشعراني إمام التصوف لتوفيق الطويل، والشعراني والتصوف لطه عبد الباقي سرور. والشعراني ويقال الشعراوي نسبة إلى قرية أبي شعرة من أعمال المنوفية.

(١) في (أ): أبوه.

(٢) مختصر أبي شجاع في فروع الشافعية، مشهور، وعليه عدة شروح. ألفه أحمد بن الحسن بن أحمد الأصبهاني العاداني البصري، المتوفى في حدود سنة ٥٠٠. انظر طبقات السبكي ٦/١٥، وكشف الظنون ١٦٢٥.

امام شہاب الدین احمد بن محمد العکری حنبلی دمشقیؒ (متوفی ۱۰۸۹ھ) اپنی کتاب ''شذرات الذہب فی اخبار من ذہب'' میں امام شعرانیؒ کی شان کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں: ''شیخ عبد الوہاب بن احمد الشعرانی شافعی کے بارے میں شیخ عبد الروٴف المناوی "طبقات الکبریٰ" میں بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ امام عالم وعامل ہیں، عبادت گزار ہیں، پرہیز گار ہیں، فقیہہ ہیں، محدث ہیں، صوفی ہیں، بزرگ ہیں، صاحب نسبت ہیں اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں''۔ (شذرات الذہب ابن عماد الحنبلی: ج۸، ص ۵۴۴)

شذرات الذهب
في أخبار من ذهب

لابن العماد

الإمام شهاب الدين أبي الفلاح عبد الحي بن أحمد بن محمد العكري الحنبلي الدمشقي

(١٠٣٢ - ١٠٨٩ هـ)

المجلد العاشر

أشرف على تحقيقه وخرج أحاديثه
عبد القادر الأرناؤوط

حققه وعلق عليه
محمود الأرناؤوط

دار ابن كثير
دمشق - بيروت

المولى خير الدِّين معلِّم السلطان سليمانَ، ثم تنقَّل في المدارس والمناصب، إلى أن ولي قضاء حلب، ثم قضاء دمشق، ثم قضاء مصر، ثم كُفَّ فتقاعد بمدرسة أبي أيوب الأنصاري بمائة درهم.

وكان مشاركاً في أكثر العلوم، له منها حظٌّ وافرٌ، زكي النفس، كثير السخاء، محسناً متفضلاً، كتب حواشي على «شرح المواقف» وعلى «شرح الوقاية» لصدر الشريعة، وعلى «شرح المفتاح» للشريف الجُرجاني، وجمع «لطائف علماء الروم ونوادرهم».

وله «ديوان شعر» و «ديوان إنشاء» كلاهما بالتركي. انتهى

● وفيها الشيخ عبد الوهاب بن أحمد الشعراوي الشافعي[١].

قال الشيخ عبد الرؤوف المناوي في «طبقاته»: هو شيخنا الإمام العالم[٢] العامل العابد الزاهد الفقيه المُحَدِّث الأصولي الصوفي المربِّي المُسَلِّك، من ذُرِّيَّة محمد بن الحنفيَّة.

ولد ببلده ونشأ بها، ومات أبواه[٣] وهو طفل، ومع ذلك ظهرت فيه علامة النجابة ومخايل الرئاسة والولاية، فحفظ القرآن و «أبا شجاع»[٤] و «الأجرومية» وهو ابن نحو سبع أو ثمان، ثم انتقل إلى مصر سنة إحدى عشرة وتسعمائة وهو مراهق، فقطن بجامع الغمري، وجدَّ واجتهد، فحفظ عدة متون، منها «المنهاج» و «الألفية» و «التوضيح» و «التلخيص»[٥] و «الشاطبية» و «قواعد ابن هشام» بل حفظ «الروض إلى القضاء» وذلك من كراماته.

وعرض ما حفظ على علماء عصره، ثم شرع في القراءة، فأخذ عن الشيخ

(١) ترجمته في «الكواكب السائرة» (٣/١٧٦ - ١٧٧) و «الأعلام» (٤/١٨٠ - ١٨١) و «جامع كرامات الأولياء» (٢/١٣٤ - ١٣٩) و «معجم المؤلفين» (٦/٢١٨ - ٢١٩).
(٢) لفظة «العالم» لم ترد في «ط».
(٣) في «ط»: «أبوه».
(٤) أي «متنه».
(٥) لفظة «والتلخيص» سقطت من «آ».

امام عبد الرؤف المناویؒ آپ کی کرامت کے بیان میں لکھتے ہیں: ”جو کتب آپ نے حفظ فرمائیں ان میں سے صرف چند ایک کے نام یہ ہیں، المنہاج النووی، الفیتین، توضیح ابن ہشام، تلخیص المفتاح، شاطبیہ، اور قواعد ابن ہشام، الرَّوض۔ میں نے تاریخ اور طبقات کی کتب میں آج تک کسی کے حالات میں یہ نہیں دیکھا کہ اسے اتنی (یعنی امام شعرانی کی طرح) کتابیں حفظ ہوں“۔ (طبقات الکبریٰ للمناوی: ج۳، ص ۳۹۲؛ دار صادر بیروت)

حضرت امام شعرانیؒ عالم اسلام کی عظیم و قدیم درس گاہ جامعہ الازہر الشریف میں داخل ہوئے اور مصر کے تقریباً پچاس مشائخ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ فرمایا اور علومِ منقولات و معقولات حاصل کیئے جن میں مشہور اساتذہ کے اسماگرامی یہ ہیں: ”شیخ امین الدین جامع الغمری کے امام جن سے آپ نے المنہاج، جمع الجوامع، شرح الفیہ عراقی، الفیہ ابن مالک پڑھیں۔ شیخ شمس الدواخلی سے شرح الارشاد، الروض، شرح الفیہ ابن مصنف، شرح التوضیح، مطول، شرح جمع الجوامع، شرح الفیہ للعراقی۔ النور المحلی سے شرح جمع الجوامع اور حاشیہ المعلقات السبع، شرح المقاصد۔ ملا علی عجمی سے نحو کی تمام کتب، الاشمعونی سے المنہاج، الفیہ، جمع الجوامع۔ شیخ الاسلام زکریا سے رسالہ قشیریہ، الروض، التحریر، آداب البحث اور ان کے علاوہ بھی بہت ساری کتب پڑھیں“۔ (طبقات الکبریٰ للمناوی: ج۳، ص۳۹۳؛ دار صادر بیروت)

طَبَقَاتُ الصُّوفِيَّةِ

الكَوَاكِبُ الدُّرِّيَّةُ

في تراجِمِ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ

الطَّبَقَاتُ الكُبرىٰ

تأليف

زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي

(٩٥٢ - ١٠٣١)

تحقيق

محمد أديب الجادر

الجُزءُ الثَّالِث

دار صادر
بيروت

(٧٩٣) عبد الوهاب الشعراوي(*)

عبد الوهابِ بن أحمد الشعراوي شيخُنا الإمامُ العامِل، والهُمامُ الكامِل، إنسانُ عَينِ ذَوي الفضائِل، وعَينُ إنسانِ الواصلينَ من ذَوي الوسائِل، العابدُ، الزَّاهدُ، الفقيهُ، المُحدِّثُ، الصُّوفيُّ، المُربي، المُسلِّك، وهو من ذُرِّيَّةِ الإمام محمد ابن الحنفيَّة.

وُلِدَ ببلدِهِ، ونشأَ بها، وماتَ أبواه[1] وهو طِفلٌ، ومع ذلك ظهرَتْ فيه علامَةُ النَّجابَةِ، ومخائلُ الرِّئاسةِ والولاية. فحفِظَ القرآنَ، و «أبا شجاع»[2] و «الآجرومية» وهو ابنُ نحوِ سبعٍ أو ثمان. ثمَّ انتقَلَ من الرِّيفِ إلى مصرَ في غرَّةِ سنةِ إحدى عشرة وتسع مئة، وعُمرُهُ نحوَ اثنتي عشرةَ سنةً، فقطَنَ بجامعِ الغَمريّ، وجَدَّ واجتهدَ، فحفِظَ عِدَّةَ مُتونٍ منها: «مِنهاجَ النَّووي» والألفيَّتَين، و «التَّوضيح»، و «التَّلخيص»، و «الشَّاطبيَّة»، و «قواعدَ ابنِ هشام»، بل حفِظَ «الرَّوض» إلى القضاء على الغائب. وذلك من كراماتِه، فقد وقفتُ على ما لا يكادُ يُحصى من الطَّبقاتِ والتَّواريخ فلم أرَ في ترجمةِ أحدٍ من الأعيانِ أنَّه حفظَهُ ولا بعضَهُ.

(*) الكواكب السائرة ٣/١٧٦، شذرات الذهب ٨/٣٧٢، هدية العارفين ١/٦٤١، طبقات الشاذلية ١٣٨، جامع كرامات الأولياء ٢/١٣٤، فهرس الفهارس ٢/١٠٧٩، معجم المطبوعات العربية ١١٢٩، تاريخ الأدب العربي لبروكلمان ٨/٢٥٥، التصوف الإسلامي ٢/٢٧٦، معجم المؤلفين ٦/٢١٨، الخطط التوفيقية ٢/٣٣٩، و١٤/١٠٩. وقد ترجم الشعراني نفسه ترجمة كاملة في مقدمة كتابه لطائف المنن، وهناك كتب أفردت ترجمته مثل: الشعراني إمام التصوف لتوفيق الطويل، والشعراني والتصوف لطه عبد الباقي سرور. والشعراني ويقال الشعراوي نسبة إلى قرية أبي شعرة من أعمال المنوفية.

(١) في (أ): أبوه.

(٢) مختصر أبي شجاع في فروع الشافعية، مشهور، وعليه عدَّة شروح. ألفه أحمد بن الحسن بن أحمد الأصبهاني العباداني البصري، المتوفى في حدود سنة ٥٠٠. انظر طبقات السبكي ٦/١٥، وكشف الظنون ١٦٢٥.

طَبَقَاتُ الصُّوفِيَّةِ
الكَوَاكِبُ الدُّرِّيَّةُ
في تراجِمِ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ
الطَّبَقَاتُ الكُبرىٰ
تأليف
زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي
(٩٥٢ - ١٠٣١)
تحقيق
محمد أديب الجادر
الجُزءُ الثَّالِث
دار صادر
بيروت

وعرَضَ محفوظاتِه على مشايخِ عصرِهِ، ثمَّ شرَعَ في القراءةِ، فأخَذَ عنِ الشَّيخِ أمينِ الدِّين[1] إمامِ جامعِ الغَمريّ: شرحَيْ «المنهاج» و«جمع الجوامع» للمحلِّي، و «حاشيةً» لابن أبي شريف، و «شرح ألفيَّة العراقي» للسَّخاوي، و «ألفيَّةَ ابن مالك» لابن عقيل. وسمعَ عليه الكُتُبَ السِّتَّةِ وغيرِها، وقرأَ على الشَّمسِ الدَّواخليِّ[2]: «شرح الإرشاد» و «الرَّوض» و «شرح الألفيَّة» لابن المصنِّف و «شرح التَّوضيح» و «المطوَّل» و «شرح جمع الجوامع» و «شرح الألفيَّة للعراقي»[3]، وعلى النُّورِ المحلِّي «شرح جمع الجوامع» وحاشيتَهُ، و «شرح المعلَّقاتِ السَّبع»، و «شرحَ المقاصد» وغيرِها.

وعلى النور الجارحيّ: «شرحَ ألفيَّةِ العراقي» و «الشَّاطبيَّة» وعلى مُلَّا علي العجمي[4] عِدَّةَ كُتُبٍ نحويَّة. وعلى القسطلانيِّ غالِبَ شرحِهِ «للبُخاري»، وقطعةً من «المواهب». وعلى الأشموني قطعةً من «المنهاج» و «الألفيَّة» و «جمع الجوامع». وعلى شيخِ الإسلامِ زكريَّا شرحَ «رسالةِ القُشيري» و «الرَّوض» و «التَّحرير» و «آدابَ البحث» وغيرِها. ثمَّ على الشِّهابِ الرَّمليِّ ثلاثةَ أرباعِ «الرَّوضة».

وحُبِّبَ إليه الحديثُ، فلزِمَ الاشتغالَ به، ومع ذلك لم يكُنْ عندَهُ جُمودُ المُحدِّثين، ولا كُدونَةُ النَّقَلَةِ، بل هو فقيهُ النَّظرِ، صوفيُّ الخبَرِ، له دُرْبَةٌ[5] بأقوالِ السَّلَفِ، ومذاهبِ الخَلَف.

وكان ينهى عنِ الحطِّ على الفلاسفةِ، وينفرُ ممَّن يذُمُّهم بحضرتِه، ويقولُ: هؤلاءِ عُقلاء.

ثمَّ أقبَلَ على الاشتغالِ بالطَّريقِ فجاهَدَ نفسَهُ مُدَّةً، وقطَعَ العلائِقَ الدُّنيويَّةَ،

(١) انظر ترجمته ٣/٣٤٦.

(٢) شمس الدين الدواخلي محمد، عالم عامل كتب الدقائق والسير، كثير الصيام والقيام، توفي سنة ٩٣٩ هـ. الكواكب السائرة ٢/٦٩.

(٣) في (أ): ألفية العراقي للمؤلف.

(٤) في (أ): علي جامي.

(٥) في (أ): دراية.

امام شعرانیؒ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے لیکن باقی ائمہ مجتہدین اور ان کی تحقیقات کے متعلق اس قدر عقیدت و محبت رکھتے تھے جس قدر ان کے مقلدین کو اپنے امام کے ساتھ عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ عبد الحی بن احمد بن محمد ابن العماد العکری الحنبلیؒ لکھتے ہیں: ”آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے مذہب کی کتابوں کی بہ نسبت باقی تین مذاہب کے ائمہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام شافعیؒ کے مذہب میں تبحر (مہارت) حاصل کرلیا تو مجھے ایسے مسائل کی معرفت کی ضرورت محسوس ہوئی جن پر چاروں ائمہ کرام کا اجماع ہو یا پھر تین ائمہ جن پر متفق ہوں تاکہ میں ان کے ممنوعات پر عمل سے پرہیز کرسکوں اور جس کا انہوں نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر سکوں“۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص ۳۴) (شذرات الذهب ابن عماد الحنبلی: ج۸، ص ۵۴۶)

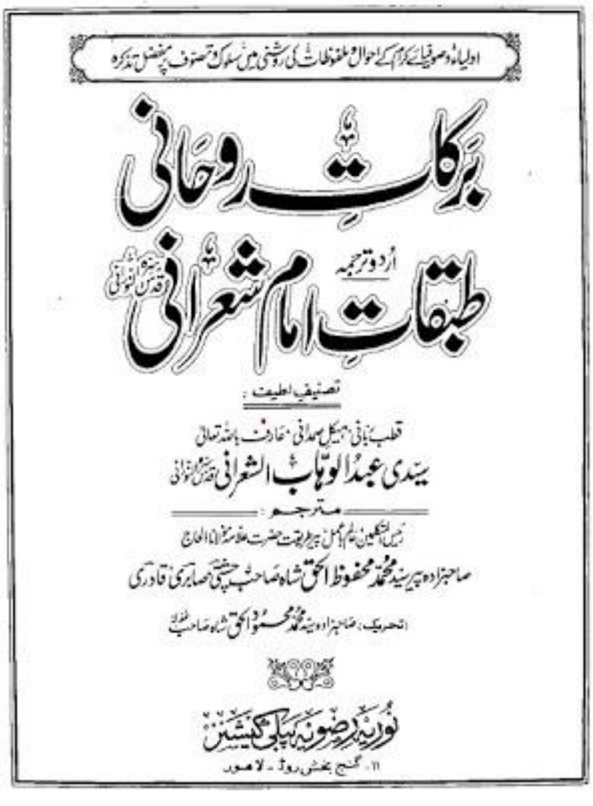
اولیاء و صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ

برکاتِ روحانی

اردو ترجمہ

طبقاتِ امام شعرانی قدس سرہ النورانی

تصنیفِ لطیف:

قطبِ ربانی ہیکلِ صمدانی عارف باللہ تعالیٰ

سیدی عبد الوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم

رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

(تحریک: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب مدظلہ)

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

جن کمالات اور درجات سے نوازے گئے اور قرب خداوندی کے جن مدارج علیا پر فائز ہوئے وہ شرک نہیں ہیں بلکہ ایمان کامل کے نتائج اور ثمرات ہیں اور ان محرومان توفیق کے لئے لمحہ فکریہ جنہیں ان نفوس قدسیہ کے خداداد کمالات اور تصرفات کو دیکھ کر یا سن کر (معاذ اللہ) عقیدۂ توحید کے مجروح ہونے کا غم مضمحل کر دیتا ہے اور بات بات پر شرک شرک کی گردان کرنے لگتے ہیں توحید و رسالت کے حقائق کو جس طرح ان نفوس کاملہ نے سمجھا اور پایا وہی آبروئے اسلام ہے یہ وہی حضرات ہیں جن کی راہ پر چلنے کی توفیق اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے ساتھ ہر رکعت میں بارگاہ الوہیت سے طلب کی جاتی ہے اگر ان کے عقائد و اعمال اور تعلیمات توحید سے متصادم اور اس کے خلاف ہیں تو پھر ایمان کہاں سے ملے گا؟ فھل من مدکر

میزان اعتدال

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام شعرانی قدس سرہ پر یہ انعام بھی فرمایا کہ باوجودیکہ آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں لیکن باقی ائمہ مجتہدین اور ان کی تحقیقات کے متعلق اسی قدر عقیدت و محبت رکھتے ہیں جس قدر کہ ان کے مقلدین کو اپنے اپنے امام محترم کے ساتھ ہوتی ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے مذہب کی کتابوں کی بہ نسبت باقی تین مذاہب کے ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں تبحر حاصل کرلیا تو مجھے ایسے مسائل کی معرفت کی ضرورت محسوس ہوئی جن پر چاروں ائمہ کرام کا اجماع ہو یا پھر تین ائمہ جن پر متفق ہوں تاکہ میں ان کے ممنوعات پر عمل سے پرہیز کرسکوں اور جس کا انہوں نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرسکوں چنانچہ حنفیہ جن کی کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا ان کا تذکرہ بھی فرمایا مثلاً شرح الکنز۔ شرح مجمع البحرین۔ الحدادی۔ فتاویٰ قاضی خان۔ شرح القدوری۔ فتاویٰ بزازیہ۔ خلاصہ۔ شرح الہدایہ اور حافظ زیلعی کی نصب الرایہ جس میں آپ نے شرح الہدایہ کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے اور ان کے مشکل مقامات کے بارے میں معاصر علمائے حنفیہ کی طرف رجوع کیا۔ اسی طرح کتب مالکیہ کی مدونات کا مطالعہ بھی کیا اور فرماتے ہیں کتب مدونہ کا مطالعہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر کیا اسی طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا اور میں نے اقوال ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مطابقت کے لئے ایک میزان مقرر کی اور اسے میزان کبریٰ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب اور ان کے مقلدین کے اقوال شریعت مطہرہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین شریعت و حقیقت کے جامع اور ارباب حضوری تھے

آپ اپنے شیخ طریقت علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ائمہ مذاہب نے اپنے مذاہب کی تائید شریعت کے ساتھ ساتھ حقیقت کے قواعد پر عمل کر کی ہے اور ان حضرات نے اپنے پیروکاروں کو جتلایا ہے کہ وہ شریعت اور حقیقت دونوں کے عالم تھے۔ نیز شیخ نے فرمایا کہ تمام اہل کشف کے نزدیک ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا کوئی قول شریعت سے خارج نہیں اور ان کا شریعت سے خارج ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ان حضرات کو اپنے اقوال کے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کرام سے مستفاد ہونے پر اطلاع ہے کشف صحیح سے مشرف ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی روح حضور

العبودية»، و «كشف الرّان عن أسئلة الجان»، و «فرائد القلائد في علم العقائد»، و «الجواهر والدُّرر» و «الكبريت الأحمر في علوم الكشف الأكبر» و «الاقتباس في القياس» و «فتاوى الخواص» و «العهود ثلاثة» وغير ذلك.

وحسده طوائف، فدسوا عليه كلمات يخالف ظاهرها الشرع، وعقائد زائغة، ومسائل تخالف الإجماع، وأقاموا عليه القيامة، وشنّعوا وسبُّوا، ورموه بكل عظيمة فخذلهم الله وأظهره عليهم.

وكان مواظباً على السُّنَّة، مبالغاً في الورع، مؤثراً ذوي الفاقة على نفسه حتى بملبوسه، متحملاً للأذى، موزعاً أوقاته على العبادة ما بين تصنيف وتسليك وإفادة، واجتمع بزاويته من العميان وغيرهم نحو مائة، فكان يقوم بهم نفقةً وكسوةً.

وكان عظيم الهيبة، وافر الجاه والحرمة، تأتي إلى بابه الأمراء. وكان يسمع لزاويته دويٌّ كدوي النحل ليلاً ونهاراً.

وكان يحيي ليلة الجمعة بالصلاة على المصطفى ﷺ، ولم يزل مقيماً على ذلك، معظماً في صدور الصدور، إلى أن نقله الله تعالى إلى دار كرامته.

ومن كلامه: دوروا مع الشرع كيف كان لامع الكشف، فإنه قد يخطىء.

وقال: ينبغي إكثار مطالعة كتب الفقه عكس ما عليه المتصوفة الذين لاحت لهم بارقة من الطريق فمنعوا مطالعته وقالوا: إنه حجابٌ جهلاً منهم.

وقال: كل إنسان لا يعذَّب في النار إلاّ من الجزء الناري الذي هو أحد أركان بدنه(١).

وقال: ذهب بعض أهل الكشف إلى أن جميع الحيوان لهم تكليف إلٰهي برسول منهم في ذواتهم لا يشعر به إلاّ من كشف عن بصره، فإن لله الحجّة على خلقه، فلا يعذِّب أحداً إلا جزاءً، فلا إشكال في إيلام الدواب.

وقال: الجبر آخر ما تنتهي إليه المعاذير، وذلك سبب مآل أهل الرحمة إلى الرحمة.

(١) قلت: ليس على ذلك دليل من الكتاب والسُّنَّة وآراء الجمهور من السَّلف والخلف.

٥٤٦

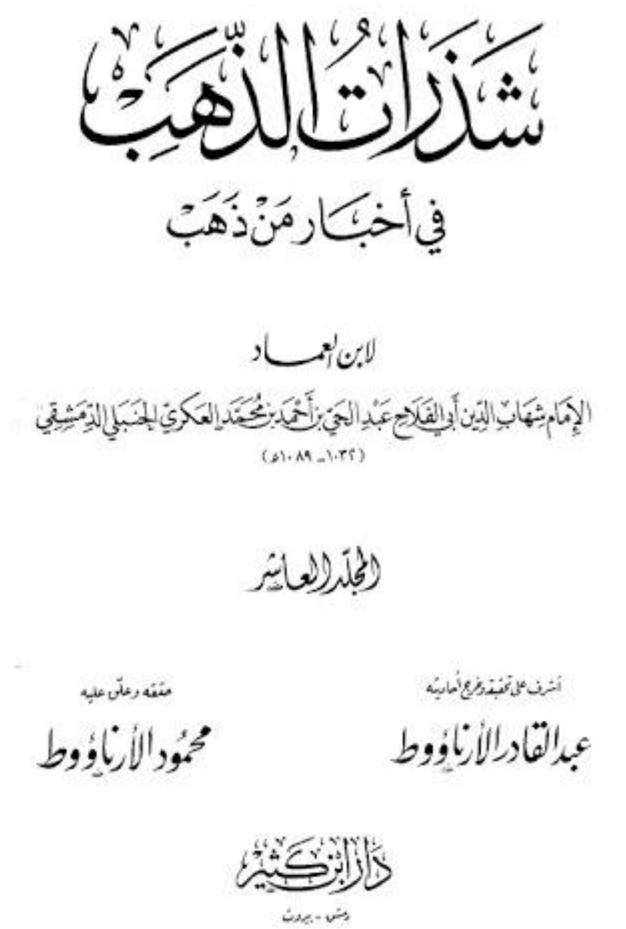

آپ نے اپنے استاذ شیخ زکریا انصاری کی تصنیف ''الروض'' کا مطالعہ تیس بار کیا۔ امام شافعیؒ کی کتاب ''الأم'' کا مطالعہ تین بار کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی تیس جلدوں پر مشتمل کتاب ''المختصر'' کا ایک بار، امام الماوردی کی کتاب ''الحاوی'' اور ''الاحکام السلطانیہ'' کا ایک ایک مرتبہ، شیخ ابو محمد الجوینی کی کتاب ''المحیط'' ایک بار، امام غزالیؒ کی ''الوسیط'' ایک بار، شرح المہذب پچاس بار، شرح مسلم للنووی (اٹھارہ جلدیں) پندرہ مرتبہ، علامہ بدر الدین عینی کی شرح بخاری (۵۴ جلدیں) دو بار۔

کتب تفسیر: تفسیر کواشی دس بار، تفسیر ابن نقیب المقدسی (۱۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے) کا ایک بار، تفسیر جلالین تیس بار، تفسیر بغوی، تفسیر خازن، تفسیر ابن عادل، تفسیر ابن زہرہ، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بیضاوی۔

کتب احادیث: صحاح ستہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند امام احمد، مؤطا امام مالک، طبرانی، جامع الاصول، جامع کبیر، جامع صغیر، زیادات۔

کتب لغت: صحاح الجوہری، قاموس، نہایۃ ابن اثیر، نووی کی تہذیب الاسمائ اللغات۔

کتب اصول وکلام: شرح العضد، شرح منہاج البیضاوی، کتاب المستصفی، کتاب الامالی، شرح المقاصد، شرح عقائد۔

کتب فتاویٰ: فتاویٰ القفال، فتاویٰ القاضی الحسین، فتاویٰ الماوردی، فتاویٰ ابن ابی صباغ، فتاویٰ ابن الصلاح، فتاویٰ ابن السلام، فتاویٰ النووی، فتاویٰ السبکی، فتاویٰ البلقینی، فتاویٰ الشیخ زکریا۔

کتب قوائد: قواعد الشیخ عزالدین الکبریٰ والصغریٰ، قواعد العلائی، قواعد السبکی، قواعد الزرکشی۔

کتب سیرت: سیرت ابن ہشام، سیرۃ ابن اسحاق، سیرت الکلبی، سیرۃ ابی الحسن البکری، سیرت الطبری، سیرت الکلائی۔

کتب تصوف: قوت القلوب، حلیۃ الاولیائ، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، احیائ العلوم، الفتوحات المکیۃ۔

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں یہ ان چند کتابوں کا ذکر ہے جن کا مطالعہ کرنا مجھے یاد ہے۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص۳۳-۳۲) (المنن الکبریٰ الامام عبدالوہاب شعرانی: ص۷۰-۷۶؛ دارالکتب العلمیہ)

اولیاء و صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ

برکاتِ روحانی

اردو ترجمہ

طبقاتِ امام شعرانی قدس سرہ النورانی

تصنیف لطیف:

قطب ربانی ہیکل صمدانی عارف باللہ تعالیٰ

سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم:

رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

تحریک: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب مدظلہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

کتب تفسیر

نیز تفسیر قرآن کی مشہور کتب کا مطالعہ فرمایا تفسیر بغوی ایک مرتبہ۔ تفسیر خازن تین مرتبہ۔ تفسیر ابن عادل سات مرتبہ۔ تفسیر کواشی دس مرتبہ۔ تفسیر ابن زہرہ ایک مرتبہ۔ تفسیر قرطبی دو مرتبہ۔ تفسیر ابن کثیر ایک مرتبہ۔ تفسیر بیضاوی پانچ مرتبہ۔ تفسیر ابن النقیب المقدسی ایک مرتبہ جو کہ ایک سو ضخیم جلدوں پر ہے اور اس سے زیادہ وسیع تفسیر کا میں نے مطالعہ نہیں کیا۔ امام واحدی کی تفسیر البسیط والوجیز۔ شیخ عبدالعزیز الدیرینی کی کبیر وصغیر تفسیر تین مرتبہ۔ تفسیر جلالین تیس مرتبہ امام جلال الدین السیوطی کی بڑی تفسیر یعنی الدر المنثور تین مرتبہ۔ علاوہ ازیں بے شمار کتب تفسیر کا ذکر فرمایا۔

کتب حدیث

اور میں نے حدیث شریف اور دلائل مذاہب کی اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ بعض یہ ہیں۔ صحاح ستہ۔ صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن حبان۔ مسند امام احمد۔ مؤطا امام مالک۔ طبرانی کی تینوں معاجیم ابن امیر کی جامع الاصول۔ امام سیوطی کی جامع کبیر۔ جامع صغیر۔ زیادات اور یہ دس ہزار احادیث کا مجموعہ ہے اور حدیث پاک کی ان کتابوں میں سے شریعت پاک کا کوئی نادر مسئلہ ہی باہر ہوگا اور سنن بیہقی کے بعد ادلہ مذاہب میں یہ سب سے جامع کتاب ہے۔ اس طرح میں نے بیہقی کی سنن کبریٰ کا مطالعہ کیا پھر میں نے اسے سند اور تکرار حذف کر کے مختصر کیا البتہ احکام باقی رکھے۔ اسی طرح میں نے شیخ مجدالدین کی کتاب المنتقی من الاحکام کا مطالعہ کیا اور یہ میری کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامہ کے مسودہ کی اصل ہے۔ اسی طرح میں نے ابن قیم کی کتاب الہدی النبوی کا مطالعہ کیا۔ پھر اسے مختصر کیا۔ دلائل النبوۃ بیہقی امام سیوطی کی کتاب المعجزات والخصائص کا مطالعہ کیا پھر اسے مختصر کیا علاوہ ازیں میں نے اتنے اجزاء اور مسانید کا مطالعہ کیا کہ شمار نہیں کر سکتا۔ اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ شمس الدین المظفری کو میرے تابع فرمان کر دیا جو کہ خزائن مصر سے ہر وہ کتاب لے آتے تھے جو میں طلب کرتا۔

کتب لغت

نیز میں نے لغت میں جوہری کی صحاح۔ قاموس۔ نہایہ ابن اثیر۔ نووی کی تہذیب الاسماء واللغات کا مطالعہ کیا۔ مؤخر الذکر کا پندرہ مرتبہ مطالعہ کیا۔

کتب اصول وکلام

ان میں سے بعض یہ ہیں۔ شرح العضد۔ شرح منہاج البیضاوی۔ غزالی کی کتاب المستصفی۔ امام الحرمین کی کتاب الامالی۔ شرح المقاصد۔ کتاب شرح الطوالع والمطالع۔ قزوینی کی سراج العقول۔ تفتازانی کی شرح عقائد اور حاشیہ ابن ابی شریف وغیرہ۔

کتب فتاویٰ

اور پیش آنے والے حالات و واقعات کے بارے میں علمائے متقدمین اور متاخرین کے فتاویٰ کی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جیسے فتاویٰ اور ابن ابی زید المروزی۔ فتاویٰ القفال۔ فتاویٰ القاضی الحسین۔ فتاویٰ الماوردی۔ امام غزالی اور ان کے امام کے

اولیاء و صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ

برکاتِ روحانی

اردو ترجمہ

طبقاتِ امام شعرانی قدس سرہ النورانی

تصنیف لطیف:

قطب ربانی ہیکل صمدانی عارف باللہ تعالیٰ

سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم:

رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

تحریک: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب مدظلہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

فتاویٰ۔ فتاویٰ ابن ابی صباغ۔ فتاویٰ ابن الصلاح۔ فتاویٰ ابن السلام۔ فتاویٰ النووی۔ فتاویٰ السبکی۔ فتاویٰ البلقینی۔ فتاویٰ الشیخ زکریا۔ فتاویٰ الشیخ شہاب الدین الرملی وغیرہ۔

کتب قواعد

اور قواعد کی کتابوں میں سے ان کتب کا مطالعہ کیا۔ قواعد الشیخ عزالدین الکبریٰ والصغریٰ۔ قواعد العلائی۔ قواعد السبکی۔ قواعد الزرکشی۔

کتب سیرت

اور سیرت کی کتابوں میں سے سیرۃ ابن ہشام۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ سیرت الکلبی۔ سیرۃ ابی الحسن البکری۔ سیرۃ العمری۔ سیرۃ الکلاعی۔ سیرۃ ابن سید الناس اور سیرۃ الشیخ محمد الشامی جسے آپ نے سیرت کی ایک ہزار کتب سے جمع فرمایا اور میرے گمان کے مطابق سیر میں سب سے جامع کتاب ہے۔

کتب تصوف

اور میں نے تصوف اور لطائف کی اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے کہ شمار نہیں ہو سکتا ان میں سے ابو طالب مکی کی کتاب القوت حارث محاسبی کی کتاب الرعایۃ۔ ابونعیم کی کتاب الحلیہ۔ رسالہ قیصریہ۔ سہروردی کی کتاب عوارف المعارف۔ غزالی کی کتاب الاحیاء۔ یافعی کی سب کتابیں۔ شیخ اکبر کی کتاب الفتوحات۔ پھر میں نے اس میں سے وہ مقامات حذف کر کے جو شیخ کے نام پر اس میں غلط طور پر درج کئے گئے تھے اسے مختصر کر دیا۔

علاوہ ازیں میں نے شیخ احمد زاہد کا رسالہ نور پڑھا جس کی دو جلدیں ہیں اور آپ کے مرید سیدی محمد الغمری کی کتاب فتح المریہ کا مطالعہ کیا جس کی چھ جلدیں ہیں۔ ہروی کی منازل السائرین۔ قاشانی کی شرح الفصوص اور قصری کی شعب الایمان وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ امام شعرانی فرماتے ہیں یہ ان چند کتابوں کا ذکر ہے جن کا مطالعہ کرنا مجھے یاد ہے اور الحمد للہ میرے خیال میں بڑے زمانے میں شاید کوئی ہو جسے ان کا علم ہو۔

دعوت غور وفکر

یاد رہے کہ بے شمار کتابوں کا ذکر شیخ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا نیز اس حوالے سے کہ فی الحال آپ کی یادداشت میں یہی کتابیں ہیں جب کہ اسی طوالت کے خوف سے اس فقیر نے حضرت مؤلف قدس سرہ کی مذکورہ فہرست سے بھی کئی کتابوں کا ذکر نہیں کیا اس کے باوجود ایک بھاری بھرکم فہرست پھر بھی درج کر دی ہے کہ قارئین کو حضرت مؤلف کے متعلق تعارف ہو کہ آپ فی الحقیقت بحر العلوم والحقائق اور شریعت وطریقت کا مجمع البحرین ہیں۔ اور اس کتاب الطبقات الکبریٰ میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس کی اہمیت واضح ہو اور طبقات کبریٰ کے مطالعہ کے دوران اس حقیقت پر نظر رہے کہ توحید وہ ہے جو کہ ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات اور معمولات سے مترشح ہوتی ہے۔ اور فیوض و برکات توحید اور معرفت الٰہیہ سے مشرف ہو کر یہ حضرات

معروف مستشرق آر، اے، نکلسن نے اپنی شہرہ آفاق تحقیق "تاریخ ادبیاتِ عرب" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی صحبت کے فوائد تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ: "ہمارے لئے مفید ہو گا کہ اگر ہم چند لمحات مسلمانوں کے آخری صوفی و عالم شیخ عبدالوہاب شعرانی کے ساتھ گزاریں۔ وہ (امام شعرانی) ایک ایسے محقق اور مفکر عالم ہیں کہ اُن کے اَثرات موجودہ دور میں بھی نمایاں طریقے سے محسوس کئے جا رہے ہیں"۔ (Literary History of the Arabs, By R.A. Nicholson, Page # 464 Cambridge University Press)

Traditions saw a grave danger to themselves in the esoteric revelation which the mystics claimed to possess; while the latter, though externally conforming to the law of Islam, looked down with contempt on the idea that true knowledge of God could be derived from theology, or from any source except the inner light of heavenly inspiration. Hence the antithesis of *faqíh* (theologian) and *faqír* (dervish), the one class forming a powerful official hierarchy in close alliance with the Government, whereas the Ṣúfís found their chief support among the people at large, and especially among the poor. We need not dwell further on the natural antagonism which has always existed between these rival corporations, and which is a marked feature in the modern history of Islam. It will be more instructive to spend a few moments with the last great

Sha'ráni († 1565 A.D.). Muḥammadan theosophist, 'Abdu 'l-Wahháb al-Sha'ráni, a man who, with all his weaknesses, was an original thinker, and exerted an influence strongly felt to this day, as is shown by the steady demand for his books. He was born about the beginning of the sixteenth century. Concerning his outward life we have little information beyond the facts that he was a weaver by trade and resided in Cairo. At this time Egypt was a province of the Ottoman Empire. Sha'ráni contrasts the miserable lot of the peasantry under the new *régime* with their comparative prosperity under the Mamelukes. So terrible were the exactions of the tax-gatherers that the fellah was forced to sell the whole produce of his land, and sometimes even the ox which ploughed it, in order to save himself and his family from imprisonment; and every lucrative business was crushed by confiscation. It is not to be supposed, however, that Sha'ráni gave serious attention to such sublunary matters. He lived in a world of visions and wonderful experiences. He conversed with angels and prophets, like his more famous predecessor, Muḥiyyu 'l-Dín Ibnu 'l-'Arabí, whose *Meccan Revelations* he studied and epitomised. His autobiography entitled *Laṭá'ifu 'l-Minan*

A Literary History of the Arabs

By

Reynold A. Nicholson, M.A.
Lecturer in Persian in the University of Cambridge, and sometime Fellow of Trinity College

New York
Charles Scribner's Sons
153-157, Fifth Avenue
1907

displays the hierophant in full dress. It is a record of the singular spiritual gifts and virtues with which he was endowed, and would rank as a masterpiece of shameless self-laudation, did not the author repeatedly assure us that all his extraordinary qualities are Divine blessings and are gratefully set forth by their recipient *ad majorem Dei gloriam*. We should be treating Sha'rání very unfairly if we judged him by this work alone. The arrogant miracle-monger was one of the most learned men of his day, and could beat the scholastic theologians with their own weapons. Indeed, he regarded theology (*fiqh*) as the first step towards Ṣúfiism, and endeavoured to show that in reality they are different aspects of the same science. He also sought to harmonise the four great schools of law, whose disagreement was consecrated by the well-known saying ascribed to the Prophet: "The variance of my people is an act of Divine mercy" (*ikhtilâfu ummatî raḥmatun*). Like the Arabian Ṣúfís generally, Sha'rání kept his mysticism within narrow bounds, and declared himself an adherent of the moderate section which follows Junayd of Baghdád († 909–910 A.D.). For all his extravagant pretensions and childish belief in the supernatural, he never lost touch with the Muḥammadan Church.

In the thirteenth century Ibn Taymiyya had tried to eradicate the abuses which obscured the simple creed of Islam. He failed, but his work was carried on by others and was crowned, after a long interval, by the Wahhábite Reformation.[1] Muḥammad b. 'Abd al-Wahháb,[2] from whom its name is

[1] See *Materials for a History of the Wahabys*, by J. L. Burckhardt, published in the second volume of his *Notes on the Bedouins and Wahabys* (London, 1831). Burckhardt was in Arabia while the Turks were engaged in re-conquering the Ḥijáz from the Wahhábís. His graphic and highly interesting narrative has been summarised by Dozy, *Essai sur l'histoire de l'Islamisme*, ch. 13.

[2] Following Burckhardt's example, most European writers call him simply 'Abdu 'l-Wahháb.

A Literary History of the Arabs

By

Reynold A. Nicholson, M.A.

Lecturer in Persian in the University of Cambridge, and sometime Fellow of Trinity College

New York

Charles Scribner's Sons

153–157, Fifth Avenue

1907

ایسی جلیل القدر شخصیت جن کا سلسلۂ نسب حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہو، علم کا ایسا حریث جنہوں نے علم تفسیر، علم حدیث، فقہی علوم، علم لغات، اصول و قوائد، فتاوجات اور سیرت و تصوف کے تمام شعبہ جات میں مہارت حاصل کرر کھی ہو، جن کی توثیق بڑے بڑے ائمہ دین سمیت معروف مستشرق آر، اے، نکلسن جیسے مغربی مورخ نے کرر کھی ہو، ایسی جلیل القدر علمی شخصیت کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب جیسے کذاب لوگوں کا بلا دلیل اعتراض کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اس قدر جھوٹ بولنے کے بعد بھی زبیر علی زئی صاحب کتنی بے شرمی کے ساتھ اپنے رسالہ میں دعویٰ کرتے ہیں کہ "الحدیث حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ الحدیث میں صرف صحیح وثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے"۔ اس قدر جھوٹ اور کذب بیانی تو کسی فرقے کے جہلا بھی نہیں بولتے جتنے جھوٹ و کذب بیانیاں غیر مقلدین کے شیخ الحدیث زبیر علی زئی صاحب نے کیں ہیں۔ ان کذب بیانیوں کے ساتھ موصوف کے دعووں پر نظر ثانی کی جائے تو افسوس کرنے کے بجائے ہنسی آنی شروع ہو جاتی ہے کہ موصوف کذب بیانیوں کے باوجود بھی کافی خوش فہم نظر آتے ہیں۔

زبیر علی زئی صاحب کے حسین بن منصور حلّاجؒ پر لگائے گئے الزامات اور کیئے جانے والے کھوکھلے دعووں پر ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ کسی ایک صحیح صریح روایت سے حسین بن منصور حلّاجؒ کا کافر وزندیق ہونا ثابت کر دیں ورنہ اپنی ان تمام کذب بیانیوں اور جھوٹے دعووں سے رجوع فرمائیں اور اپنی عاقبت خراب ہونے سے بچائیں۔ جزاکم اللہ خیراً